اہل سنت کا نشان
ماہنامہ بقیع
APRIL 2007
156

میلاد ابن کثیر

(مولد رسول اللہ ﷺ)

تالیف

حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر دمشقی
متوفی: ۷۷۴ھ، ۱۳۷۳ء

ترجمہ و تقدیم و تخریج احادیث

ڈاکٹر سید علیم اشرف جائسی

جمعیت اشاعت اہلسنت پاکستان
نور مسجد کاغذی بازار کراچی ۷۴۰۰۰
Ph : 021-2439799
Website : www.ishaateahlesunnat.net
www.ishaateislam.net

نام کتاب	میلادِ ابن کثیر
سن اشاعت (اول)	ربیع الاول ۱۴۲۸ھ۔اپریل ۲۰۰۷ء
سن اشاعت (دوم)	ربیع الاول ۱۴۲۸ھ۔اپریل ۲۰۰۷ء
تعداد	۳۰۰۰
مصنف	حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر دمشقی
ترجمہ	ڈاکٹر سید علیم اشرف جائسی
ناشر	جمعیت اشاعت اہلسنت
	نور مسجد کاغذی بازار میٹھادر کراچی
	فون:2439799

خوشخبری: یہ رسالہ Website : ishaateahlesunnat.net

www.ishaateislam.net

پر موجود ہے۔اور کتب خانوں پر بھی دستیاب ہے۔

میلادِ ابن کثیر

(مولد رسول اللہ ﷺ)

تالیف

حافظ عماد الدین اسماعیل بن عُمر بن کثیر دمشقی

متوفی: ۷۷۴ھ، ۱۳۷۳ء

ترجمہ وتقدیم وتخریج احادیث

ڈاکٹر سید علیم اشرف جائسی

جمعیت اشاعت اہلسنت پاکستان

نور مسجد کاغذی بازار کراچی ۷۴۰۰۰

Ph : 021-2439799

Website : www.ishaateahlesunnat.net

www.ishaateislam.net

بسمہ تعالیٰ و صلی اللہ علیٰ رسولہ الاعلیٰ

اصح قول کے موافق جس سال اللہ تعالیٰ نے طیر ابابیل سے اصحاب الفیل کو ہلاک کیا اسی سال بارھویں ربیع الاول کو خاندان بنی ہاشم کے گھر اس نور کامل الظہور نے طلوع فرمایا اس رات کے عظائم واقعات جنکے مشاہدہ میں کسی کافر کو بھی شک نہیں ہوسکتا بے شمار ہیں جن میں ایک دریائے ساوہ کا خشک ہونا اور دریائے سماوہ (شام) کا رواں ہونا اور کسریٰ نوشیرواں کے محل سے یکا یک چودہ کنگرے گر پڑنا اور ہزار برس سے برابر جلنے والی آگ کا ٹھنڈا ہونا شامل ہیں۔ علاوہ ازیں آپ ﷺ کی والدہ فرماتی ہیں قریب ولادت یکا یک تمام گھر آفتاب سے زیادہ روشن ہوگیا مجھے خوف ہوا تو ایک مرغ سفید ظاہر ہوا اور اس کے پروں سے میرا خوف زائل ہوگیا۔ اسی طرح آثار میں ہے کہ آنحضرت ﷺ جب حمل میں آئے تو شرق وغرب کے وحوش نے باہم بشارت دی حتی کہ قریش کے حیوانات یہ خوشخبری بولنے لگے کہ سراج منیر کی ولادت کا وقت قریب ہے۔ روئے زمین کے شاہان کے تخت گرے اور انکی زبانیں بند ہوگئیں۔ جبریل علیہ السلام نے خانہ کعبہ پر علم سبز قائم کیا اور ملائکہ نے بشارت دی۔ یہ سب باتیں میں نے تفسیر مواہب الرحمن جلد دہم صفحہ ۴۔۶۰۳ تفسیر سورہ الم نشرح کے تحت لیں ہیں جس کا مولف سید امیر علی ملیح آبادی متوفی ۱۹۱۹ء بمطابق ۱۳۳۷ھ ہے مذکورہ تفسیر، تفسیر ابن کثیر کا لب لباب ہے۔ اور لکھنے والا انہی لوگوں میں شمار ہوتا ہے جو کہ میلاد منانے پر شرک و بدعت کے فتوے لگاتے ہیں۔ اسی طرح ابن کثیر کا میلاد کا تذکرہ لکھنا (حالانکہ یہ ابن تیمیہ کا شاگرد ہے) منکرین میلاد کے منہ پر طمانچہ ہے زیر نظر کتاب کا ترجمہ حضرت قبلہ مولانا سید علیم اشرف جائسی مدظلہ العالی نے کیا اور مقدمہ میں بدعت کے معنی بڑی خوبی سے عوام کے ذہن نشین کروائے ہیں

یہ جمعیت اشاعت اہلسنت کی ۱۵۶ویں اشاعت ہے۔

این طاقت بزور بازو نیست، تا نبخشد خدائے بخشندا گر قبول افتد زہے عز و شرف

شعر
نثار تیری چہل پہل پر ہزاروں عیدیں ربیع الاول
سوائے ابلیس کے جہاں میں سبھی تو خوشیاں منا رہے ہیں

گدائے اشرف

محمد مختار اشرفی

جمعیت اشاعت اہلسنت

نور مسجد کاغذی بازار کراچی پاکستان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدمۂ مترجم

نحمدہ و نصلی و نسلم علی حبیبہ الکریم

میلاد شریف کی قدیم و جدید کتابوں کے ترجمے اور ان کے اشاعت کے سلسلے کی یہ دوسری کوشش ہے۔ اس سے قبل شیخ عبد اللہ ہرری حبشی حفظہ اللہ کی کتاب ''الروائح الزکیۃ فی مولد خیر البریۃ'' کے ترجمے اور اس کی اشاعت کی سعادت حاصل کر چکا ہوں۔ اس موضوع پر امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ کی کتاب ''حسن المقصد فی عمل المولد'' اور سید محمد علوی مالکی مکی مد ظلہ کی تالیف ''حول الاحتفال بالمولد النبوی الشریف'' کا ترجمہ طویل تعلیقات اور مفصل تخریجات کے ساتھ زیر طباعت ہے۔

ان کتابوں کی اشاعت کا مقصد برکت وسعادت کا حصول بھی ہے، اور اس غلط فہمی کے ازالے کی ایک کوشش بھی کہ میلاد شریف ایک عجمی بدعت ہے، جو ماضی قریب میں شروع ہوئی ہے۔

میلاد شریف کی کتابیں لکھنے والے حافظان حدیث اور ائمہ کرام میں حافظ ابن کثیر، اور حافظ جلال الدین سیوطی کے علاوہ حافظ ابن ناصر الدین دمشقی (۷۷۷ھ-۸۴۲ھ)، حافظ عبد الرحیم عراقی (متوفی: ۷۲۵ھ)، حافظ محمد بن عبد الرحمان سخاوی (۸۳۱ھ-۹۰۲ھ) صاحب الضوء اللامع، ملا علی قاری ہروی (متوفی: ۱۰۱۴ھ)، حافظ ابن دیبع شیبانی یمنی (۸۶۶ھ-۹۴۴ھ)، حافظ ابن حجر عسقلانی، حافظ ابن حجر ہیثمی، ابن جوزی، ابن عابدین شامی، مجد الدین فیروزابادی صاحب القاموس وغیرہ شامل ہیں۔

بدعت اوراس کا مفہوم ومعنی

بدعت: یہ ایک ایسا لفظ ہے کہ عام وخاص سبھی کے زبان زد ہے، اور بڑی کثرت سے استعمال ہوتا ہے بالخصوص میلاد شریف کے حوالے سے یہ لفظ برابر سننے کو ملتا ہے۔لہذا مناسب ہوگا کہ اصل کتاب کے آغاز سے پہلے اس کا مفہوم متعین ہو جائے۔ یہ صحیح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش کو منانا لغوی معنی میں ایک بدعت ہے۔ اس لئے کہ یہ عمل نہ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں تھا اور نہ اس سے متصل زمانے میں۔ یہ تو ساتویں صدی ہجری کے آغاز میں شروع ہوا ہے۔لیکن یہ بات صحیح نہیں ہے کہ ہر بدعت مذموم اور قابل نکیر ہے۔لغت میں بدعت اس نئے کام کو کہتے ہیں جس کی اس سے پہلے کوئی مثال نہ ہو.اور شریعت کے اعتبار سے بدعت وہ نیا کام ہے جس کے لئے کتاب وسنت سے کوئی دلیل نہ ہو۔اور اس طرح میلاد منانے کا عمل لغت کے اعتبار سے تو ایک بدعت ہے، لیکن شریعت کے اعتبار سے نہیں کیونکہ کتاب وسنت سے اس کے جواز بلکہ استحباب پر بے شمار دلائل موجود ہیں۔

ابن العربی فرماتے ہیں کہ: ’’بدعت اور محدَث فی حد ذاتہ مذموم نہیں ہے، بلکہ وہ بدعت مذموم ہے جو سنت کے مخالف ہے اور نئے کاموں میں سے صرف وہی قابل مذمت ہے جو گمراہی کی طرف لے جائے۔‘‘

لہذا جو بھی نیا کام کتاب وسنت کے مخالف نہیں یا مقاصد شریعت سے ہم آہنگ ہو وہ حقیقت میں بدعت ہے ہی نہیں، یہ بات امام بخاری اور امام مسلم (۱) کی اس حدیث سے سمجھی

جا سکتی ہے جسے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے روایت کیا ہے، فرماتی ہیں کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" من أحدث فی أمرنا هذا ماليس منه فهو رد" یعنی جس نے ہمارے دین میں ایسی چیز ایجاد کی جو اس میں سے نہیں تو وہ مردود ہے۔یعنی وہ ایجاد جو دین کی روح و مقصدیت سے ہم آہنگ نہیں ہے وہ قابل ترک وملامت ہے۔

بدعت کی صحیح تعریف حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کی روایت کردہ اس حدیث سے بھی مفہوم وواضح ہے جسے امام مسلم نے اپنی صحیح میں ذکر کیا ہے۔حضرت جریر فرماتے ہیں کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:"من سن فی الإسلام سنة حسنة فله أجرها وأجر من عمل بها بعده من غير أن ينقص من أجورهم شيء، ومن سن فی الإسلام سنة سيئة كان عليه وزرها ووزر من عمل بها من بعده من غير أن ينقص من أوزارهم شيء" (۲) یعنی جس نے اسلام میں کوئی اچھا طریقہ نکالا تو اسے اس کا ثواب ملے گا اور اور اس کے بعد اس پر چلنے والے تمام لوگوں کا ثواب ملے گا، لیکن ان لوگوں کے اپنے ثواب میں کوئی کمی نہ ہوگی، اور جس نے اسلام میں کوئی برا طریقہ نکالا تو اسے اس کا گناہ ملے گا اور اور اس کے بعد اس پر چلنے والے تمام لوگوں کا گناہ بھی ملے گا، لیکن ان لوگوں کے اپنے گناہ میں کوئی کمی نہ ہوگی۔

بدعت مذموم کی وضاحت ترمذی شریف کی اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جس میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: " من ابتدع بدعة ضلالة لا ترضى الله و رسوله كان عليه مثل آثام من عمل بها، لا ينقص ذلك من أوزار الناس شيئا" (جس شخص نے ایسی گمراہی والی بدعت شروع جو اللہ اور اس کے رسول کی مرضی کے خلاف ہو تو اس پر عمل کرنے والے تمام لوگوں کا گناہ اس پر پڑے گا، لیکن اس سے اُن عمل کرنے والوں کے گناہ میں کچھ کمی نہ

ہوگی۔)اسی کے مثل معمولی لفظی اختلاف کے ساتھ ابن ماجہ نے بھی روایت کیا ہے۔(۳)

بخاری شریف میں باجماعت نماز تراویح کے بارے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قول "نعم البدعة هذه" (۴) کی شرح کرتے ہوئے امام ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں:

''راوی کا قول کہ حضرت عمر نے فرمایا: "نعم البدعة" اور بعض روایت میں تاء کی زیادتی کے ساتھ "نعمت البدعة" (۵) وارد ہوا ہے۔ اور بدعت اصل میں وہ نو ایجاد امر ہے جس کی سابق میں مثال نہ ہو اور شریعت میں اس کا اطلاق اس نو ایجاد پر ہوتا ہے جو سنت کے مقابل ہو اور اس حال میں بدعت مذموم ہوتی ہے۔ اور اس کی تحقیق یہ ہے کہ اگر بدعت شریعت میں مستحسن کے ضمن میں شامل ہو تو مستحسن ہے اور اگر قبیح کے تحت آئے تو قبیح ہے ورنہ پھر یہ مباح ہوگی (یعنی اس کا کرنا نہ کرنا دونوں جائز ہوگا) اور کبھی احکام کی پانچ قسم کی طرح بدعت کی بھی تقسیم ہوتی ہے''(۶)

واضح رہے کہ احکام کی پانچ قسم سے ان کی مراد: فرض، مندوب، مباح، مکروہ اور حرام ہے۔

امام نووی اپنی کتاب تہذیب الاسماء واللغات میں لکھتے ہیں کہ: بدعت باء کے زیر کے ساتھ شریعت میں اس نو ایجاد کام کو کہتے ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد مبارک میں نہ رہا ہو یہ اچھی اور بری دونوں ہوتی ہے۔ امام ابو محمد عبد العزیز ابن عبد اللہ رحمۃ اللہ علیہ ورضی اللہ عنہ جن کی امامت وجلالت علمی اور مختلف علوم وفنون پر قدرت ومہارت پر اجماع ہے۔ وہ کتاب القواعد کے آخر میں فرماتے ہیں کہ: بدعت واجب، حرام، مندوب، مکروہ اور مباح ہوتی ہے اور اسے جاننے کا طریقہ یہ ہے کہ اسے شریعت کے اصول وقواعد پر پیش کیا جائے اب اگر وہ ایجاب کے قواعد میں داخل ہو تو واجب، تحریم کے قواعد میں داخل ہو تو حرام اور اسی طرح مندوب، مکروہ اور مباح ہوگی''۔(۷)

چند مستحب ''بدعتیں''

کتاب سنت اور سلف صالحین کے عمل میں بہت سے ایسے نو ایجاد کاموں کا ذکر ملتا ہے، جو لغوی اعتبار سے تو بدعت ہیں، لیکن اسلام کی چودہ سو برس کی تاریخ میں کسی نے انھیں شرعی نقطۂ نظر سے بدعت نہیں کہا ہے، بلکہ شاید کوئی اس کی جرأت بھی نہیں کر سکتا ہے۔ ایسا بھی نہیں کہ ان نو ایجاد کاموں کا مقصد دنیوی رہا ہو، بلکہ یہ خالص اخروی مقصد اور تقرب الی اللہ کے حصول کے لئے کئے گئے تھے۔ ان میں سے بعض نو ایجاد کام مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متبعین کی رہبانیت:

اللہ تبارک وتعالیٰ اپنی کتاب عزیز میں فرماتا ہے:" و جعلنا في قلوب الذين اتبعوه رأفة و رحمة ورهبانية ابتدعوها ما كتبناها عليهم إلا ابتغاء رضوان الله " (الحدید:۲۷) یعنی اور ہم ان کے (یعنی عیسیٰ علیہ السلام کے) پیروں کے دل میں نرمی ورحمت ڈال دی اور رہبانیت تو یہ انھوں نے ایجاد کیا تھا، اسے ہم نے ان کے لئے مقرر نہیں کیا تھا، انھوں نے ایسا اللہ کی رضا حاصل کرنے کے لئے کیا تھا۔

اس آیت کریمہ میں اللہ نے حضرت عیسیٰ کے ان امتیوں کی تعریف کی ہے جو رافت و رحمت والے اور رہبانیت کی ایجاد کرنے والے تھے۔ اور یہ رہبانیت انھوں نے از خود ایجاد کی تھی نہ تو اللہ تعالیٰ نے انھیں اس کا حکم دیا تھا اور نہ حضرت عیسیٰ نے انھیں اس کی تعلیم دی تھی۔ یہ رہبانیت ان کی بدعت تھی بلکہ قرآن خود اسے بدعت کہہ رہا ہے (ابتدعوھا) لیکن بایں ہمہ بدیع السماوات والارض جل مجدہ اسے مقام مدح میں بیان فرما رہا ہے۔

۲۔ صحابی کا نماز میں نئی بات ایجاد کرنا:

امام بخاری نے اپنی صحیح میں رِفاعہ بن رافع زرقی سے روایت کی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ: ایک دن ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھ رہے تھے، جب آپ نے رکوع سے سر اٹھا کر "سمع الله لمن حمده" فرمایا تو جماعت میں سے ایک شخص نے "ربنا ولك الحمد حمدا كثيرا طيبا مباركا فيه" کہا، نماز کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "من المتكلم" یعنی بولنے والا کون ہے۔ اس شخص نے عرض کیا: مَیں، تو آپ نے فرمایا: "رأيت بضعة وثلاثين ملكاًيبتدرونها أيهم يكتبها أول "(۸) میں نے تیس سے زیادہ فرشتوں کو دیکھا کہ وہ اس قول کو پہلے لکھنے کے لئے آپس میں سبقت لے جانے کی کوشش کررہے ہیں۔

۳۔ حضرت خبیب کا قتل کے وقت دو رکعت نماز پڑھنا:

امام بخاری نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی طویل حدیث میں اس واقعے کا ذکر کیا ہے۔ ظاہر ہے کہ حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کا یہ عمل خالص اخروی مقصد کے لئے تھا لیکن کیا ان کے پاس اس کے لئے کتاب وسنت سے کوئی دلیل تھی؟ یقیناً نہیں تھی۔ لیکن ان کے نزدیک یہ عمل بدعت تھا ہی نہیں کیونکہ شریعت کے مخالف نہیں تھا۔ اور ان کے اسی نو ایجاد کام یا ''بدعت'' نے انھیں ہمیشہ کے لئے زندہ کردیا۔ (۹)

۴۔ یحییٰ بن یعمر کا مصحف شریف پر نقطے لگانا:

سلف صالحین کے قابل تعریف نو ایجاد کاموں میں سے قرآن کریم پر نقطوں کا لگانا بھی ہے۔ صحابہ کرام جنھوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اِملا کرانے پر وحی الٰہی کی کتابت کی تھی انھوں نے باء اور تاء اور ان جیسے دوسرے حروف کو بغیر نقطوں کے لکھا تھا، یوں ہی جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مصحف (قرآن کریم) کے چھ نسخے تیار کروائے تھے، جن میں سے ایک نسخہ

اپنے پاس رکھا تھا اور باقی کو مکہ مکرمہ اور بصرہ وغیرہ مختلف علاقوں میں بھجوایا تھا تو یہ مصاحف بھی بغیر نقطوں کے تھے۔ اور سب سے پہلے جس نے مصحف پر نقطے لگائے وہ ایک صاحب علم وفضل اور تقوی والے تابعی تھے جن کا نام یحییٰ بن یعمر تھا۔ ابوداؤد سجستانی اپنی کتاب ''کتاب المصاحف'' میں لکھتے ہیں کہ: ''مجھ سے عبداللہ نے ان سے محمد بن عبداللہ مخزومی نے، ان سے احمد بن نصر بن مالک نے، ان سے حسین بن ولید نے، ان سے ہارون بن موسیٰ نے روایت کی ہے، وہ کہتے ہیں کہ: جس نے سب سے پہلے مصحف میں نقطے لگائے وہ یحییٰ بن یعمر تھے''۔ (۱۰)

۵۔ حضرت عثمان کا جمعہ میں ایک اذان کا اضافہ :

یہ وہ نیا کام ہے جسے خلیفۂ راشد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ایجاد کیا ہے، چنانچہ صحیح بخاری شریف کی عبارت کا ترجمہ ہے کہ: ''مجھ سے آدم نے حدیث بیان کی ہے انھوں نے ابن ابی ذئب سے، انھوں نے زہری سے انھوں نے سائب بن یزید سے روایت کیا ہے، وہ فرماتے ہیں کہ: جمعہ کے دن اذان اس وقت شروع ہوتی تھی جب امام منبر پر بیٹھ جاتا تھا یہ حال حضور صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے وقت میں رہا اور جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا عہد آیا اور لوگ بہت ہوگئے تو انھوں نے زوراء (۱۱) کے مقام پر ایک تیسری اذان کا اضافہ کیا''۔ (۱۲)

حافظ ابن حجر فتح الباری میں فرماتے ہیں کہ: ''بخاری ہی میں وکیع عن ابن ابی ذئب کی روایت میں ہے کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکر وعمر (رضی اللہ عنہما) کے عہد میں جمعہ کے دن دو اذانیں تھیں، ابن خزیمہ فرماتے ہیں کہ ''اذانیں'' یعنی دو اذان کہنے سے ان کی مراد اذان اور اقامت ہے تغلیب کے طور پر ''اذانیں'' کہہ دیا، یا اس لئے کہ دونوں اعلان میں مشترک ہیں جیسا کہ اذان کے ابواب میں گزر چکا ہے''۔ (۱۳)

۶۔ حضور کے نام کے ساتھ صلی اللہ علیہ وسلم لکھنا:

بدعت حسنہ ہی میں سے حضور کے نام مبارک کے ساتھ صلی اللہ علیہ وسلم لکھنا بھی ہے۔ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بادشاہوں اور امراء کے نام جو خط لکھے ہیں ان میں یہ نہیں لکھا ہے، بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم صرف یہ لکھا کرتے تھے: "من محمد رسول الله إلى فلان" محمد رسول اللہ کی جانب سے فلاں کی طرف۔

یہ ہیں چند نو ایجاد کام جو شرعی نقطۂ نظر سے مردود اور قابل مذمت نہیں بلکہ باعث اجر و ثواب ہیں۔ ان مثالوں سے صاف ظاہر ہے کہ ہر نیا کام بدعت نہیں ہے بلکہ اگر کوئی نیا کام مقاصد شریعت اور کتاب وسنت کے کسی طرح مخالف نہیں ہے تو نہ وہ بدعت ہے نہ مردود و مذموم۔ اور اگر وہ کسی دینی مصلحت پر مبنی ہے، یا اس سے کسی شرعی ضرورت یا حاجت کی تکمیل ہوتی ہے، تو وہ نو ایجاد کام باعث ثواب بلکہ سنت کے عموم میں داخل ہوگا۔ اسے بدعت نہیں قرار دیا جا سکتا۔ شارع علیہ السلام نے تو اسے سنت حسنہ کا نام دیا ہے "من سن فی الإسلام سنة حسنه" لہذا اسے بدعت کہنا خود ہی ایک بدعت ہے۔ علاوہ ازیں حسنہ اور سیئہ میں بدعت کی تقسیم کی بھی کچھ ضرورت نہیں ہے۔ البتہ بہت سے علمائے اعلام اور ائمہ کرام نے اس تقسیم کو اختیار کیا ہے اور پسند فرمایا ہے۔ جن میں سے کئی ایک کے نام گزشتہ صفحات میں بھی گزرے ہیں۔

اور رہی حدیث شریف " کل بدعة ضلالة" یعنی ہر بدعت گمراہی ہے۔ تو حضرت عرباض بن ساریہ سے مروی امام ابوداؤد کی یہ حدیث "عام مخصوص" ہے یعنی اس کے الفاظ عام ہیں لیکن معنی خاص ہے اور اس کا مطلب ہے ہر وہ نو ایجاد کام جو کتاب وسنت کے مخالف ہے وہ ضلالت وگمراہی ہے۔ امام نووی رحمہ اللہ شرح مسلم شریف میں ایک دوسری توجیہ کرتے ہوئے

فرماتے ہیں کہ: "اس سے مراد اکثر بدعتیں ہیں"۔

اور لفظ "کل" کے ساتھ تاکید کا یہ ہرگز مطلب نہیں کہ یہ حدیث عام مخصوص نہیں ہو سکتی ہے، اس لئے کہ لفظ "کل" کے ساتھ بھی معنی کی تخصیص ہوتی ہے جیسے اللہ تعالی کا فرمان ہے: " و تدمر کل شیئ" (احقاف:۲۵) یعنی (وہ ہوا) ہر چیز کو ہلاک و برباد کرتی تھی۔ اس کے عموم میں کائنات کے تمام مظاہر شامل ہیں۔ لیکن سب کی ہلاکت و بربادی نہ کتاب اللہ کی مراد ہے اور نہ واقع کے مطابق ہے۔ چنانچہ مفسرین نے اسے عام مخصوص مان کر اس آیت کی تفسیر بیان کی ہے۔ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ نے " مرت علیه" کی قید سے اس کے معنی کی تخصیص کی ہے۔ یعنی وہ ہوا ان چیزوں کو برباد کرتی تھی جن پر سے یہ گزری۔ علامہ ابن کثیر اس کی تفسیر بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: " من بلادهم مما من شأنه الخراب" یعنی اس ہوا کی ہلاکت خیزی صرف قوم عاد کے علاقوں میں تھی، اور انھیں چیزوں تک محدود تھی جو ہلاک و برباد ہونے کے قابل تھیں۔ (۱۴) یوں ہی حدیث شریف " کل بدعة ضلالة" (ہر بدعت گمراہی ہے) کے بارے میں بھی علماء نے فرمایا ہے کہ یہ عام مخصوص ہے، اور اس کا معنی ہے کہ ہر وہ بدعت گمراہی ہے جو کتاب وسنت اور آثار صحابہ کے مخالف ہے، اور صرف اسی تخصیص کے ذریعے حضرت جریر سے مروی مسلم شریف کی حدیث (من سن فی الإسلام...) اور دوسری بہت سی احادیث شریفہ سے اس حدیث کے تعارض کو دور کیا جا سکتا ہے۔ اور صحابۂ کرام و تابعین عظام کے بہت سے نو ایجاد کاموں اور ان کی اولیات کی تاویل کی جا سکتی ہے۔

میلاد شریف بھی ایک ایسا ہی نو ایجاد عمل ہے جو بے شمار دینی مصلحتوں اور فائدوں پر مبنی ہے اسی لئے علماء نے اسے مستحب قرار دیا ہے.............میلاد شریف کی محفلیں:

☆ رسول اللہ ﷺ کی تعظیم وتوقیر کا مظہر ہیں

☆ سنت وسیرت کی معرفت کا ذریعہ ہیں

☆ محبت رسول ﷺ میں گرمی وحرارت پیدا کرنے کا باعث ہیں

☆ اس نعمت کبری پر اللہ تعالی کا شکر ادا کرنے کا وسیلہ ہیں

☆ تبلیغ ودعوت اور سماجی اصلاح کا پلیٹ فارم ہیں

☆ دینی جذبات کے فروغ کا سبب ہیں

☆ اسلامی اخوت اور اجتماعیت کی آئینہ دار ہیں

☆ صدقات وخیرات کے ذریعے فقیروں اور محتاجوں کے تعاون کا موقع ہیں

اور یہ تمام امور شریعت کے مطلوب ہیں لہذا ان امور کی تکمیل اور بجا آوری کا ذریعہ یعنی میلاد شریف کی محفلیں بھی شرعاً مطلوب ہوں گی۔

لیکن یاد رکھئے کہ :

میلاد شریف کے جائز ہونے کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ اسے جس طرح چاہے منایا جائے یا اس کے انعقاد میں شریعت کے تقاضوں کو فراموش کر دیا جائے، بلکہ اس کے لئے ضروری ہے کہ اس پاکیزہ اور روحانی محفل کے تقدس واحترام کا ایسا خیال رکھا جائے، جو صاحب میلاد ﷺ کے مقام سامی اور عظمت گرامی کے شایانِ شان ہو۔ میلاد شریف کی محفلوں کو غیر سنجیدہ ماحول، فضول گو شاعروں، جاہل اور پیشہ ور واعظوں، موضوع اور بے اصل روایتوں، اسراف و تبذیر کے مظاہروں اور اظہار ذات ونام ونمود کی کوششوں سے دور بہت دور رکھنا چاہیے۔

☆☆☆

مصنف کتاب

حافظ ابن کثیر

حافظ ابن کثیر کی شخصیت کسی تعارف کی محتاج نہیں ہے۔ ان کا شمار بڑے علماء اور عظیم مصنفین میں ہوتا ہے۔ اسلامی علوم وثقافت سے معمولی شغف رکھنے والا بھی ان سے واقف و آگاہ ہوگا۔ ان کے عہد سے لے کر آج تک ہر زمانے میں ان کی تصنیفات کو قبول عام حاصل رہا ہے۔ اور اسلامیان عرب وعجم ان سے استفادہ کرتے رہے ہیں۔

نام ونسب اور ولادت:

حافظ ابن کثیر کا نام اسماعیل بن عمر بن کثیر تھا، ان کی کنیت ابو الفدا اور لقب عماد الدین تھا۔ ان کا خاندان خالص عربی خاندان تھا جس کا تعلق بنو قیس سے تھا۔ اور وہ شافعی المذہب تھے۔

ان کی پیدائش شام میں دمشق کے قریب بصری نامی آبادی میں ۷۰۱ھ مطابق ۱۳۰۲ء میں ہوئی غالباً یہ وہی آبادی ہے جس کا تذکرہ کتب احادیث وسیر میں رسول اللہ ﷺ کی ولادت کے وقت ظاہر ہونے والی نشانیوں کے ضمن میں ہوتا ہے۔

نشوونما اور تعلیم:

ابن کثیر کی عمر صرف دو سال کی تھی کہ ان کے والد کا انتقال ہو گیا وہ عالم دین تھے اور بصری کی مسجد میں خطیب تھے۔ ان کا خاندان ایک علمی خاندان تھا اور گھر میں ہر طرف دینی ماحول تھا۔ اور اسی علمی ودینی ماحول میں ابن کثیر کی پرورش ہوئی۔ سات سال کی عمر میں وہ اپنے بھائی

کی ساتھ حصول علم کے لئے دمشق وارد ہوئے اور پھر ہمیشہ کے لئے وہیں کے ہوگئے۔ اور وہیں کی خاک میں دفن ہوئے۔

ابن کثیر نے پہلے قرآن کریم حفظ کیا پھر تمام متداول علوم اسلامیہ کا اکتساب کیا۔ فقہ کی تعلیم برہان فزاری، کمال بن قاضی شہبہ، ابن شحنہ اور اسحاق آمدی سے حاصل کی۔ حافظ ذہبی، حافظ مزی، شیخ ابن تیمیہ اور حافظ برزالی کی صحبت میں رہے، اور ان کے افکار و نظریات سے متاثر ہوئے۔ حافظ مزی کی صاحبزادی سے نکاح بھی کیا۔ (۱۵)

ابن عماد حنبلی لکھتے ہیں:

" و کان کثیر الاستحضار، قلیل النسیان، صحب ابن تیمیه و صاهر المزی و تزوج بابنته ۔ انتهت إلیه ریاسة العلم فی التاریخ و الحدیث و التفسیر "(۱۶)

(وہ قوی الحافظہ اور بہت زیادہ یاد رکھنے والے تھے، بہت کم بھولتے تھے، ابن تیمیہ کی صحبت اختیار کی اور حافظ مزی کی بیٹی سے شادی کر کے ان کے داماد بنے۔ تاریخ، حدیث اور تفسیر کی علمی ریاست کا ان کی ذات پر خاتمہ ہوگیا۔)

ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

" أخذ عن ابن تیمیه ففتن بحبه و امتحن لسببه، و کان کثیر الاستحضار، حسن المفاکهه، سارت تصانیفه فی البلاد فی حیاته و انتفع بها الناس بعد وفاته، و لم یکن علی طریق المحدثین فی تحصیل العوالی و تمییز العالی من النازل، و نحو ذلك من فنونهم، و إنما هو من محدثی الفقهاء "(۱۷) (ابن تیمیہ سے اکتساب علم کیا، ان کی محبت میں گرفتار ہوئے اور اس کے سبب آزمائش کا شکار ہوئے۔ زبردست یادداشت

کے مالک تھے، اور خوب حس مزاح رکھتے تھے۔ ان کی کتابیں ان کی زندگی ہی میں ملک در ملک پھیل گئیں، اور ان کے انتقال کے بعد بھی لوگوں نے ان کی تصانیف سے فائدہ اٹھایا۔ وہ عالی اسناد حدیثوں کی تحصیل، اور عالی و نازل کی تمیز جیسے علم حدیث کے فنون میں محدثین کے طریقے پر نہیں تھے۔ درحقیقت وہ فقہائے محدثین میں سے تھے۔)

ان کا شمار ایک بڑے عالم کے ساتھ ساتھ عمائدین شہر دمشق میں بھی ہوتا تھا۔ اور وہ سیاسی اور سماجی معاملوں میں بھی شریک رہتے تھے۔

تصنیفات:

ابن کثیر نے بہت سی کتابیں تصنیف کیں، اہم کتابیں مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ تفسیر القرآن الکریم معروف بہ تفسیر ابن کثیر

۲۔ البدایہ والنہایہ

۳۔ طبقات الشافعیہ

۴۔ التکمیل فی رجال الحدیث

۵۔ جامع المسانید العشرۃ فی الحدیث

۶۔ الباعث الحثیث الی معرفۃ علم الحدیث

ان کتابوں میں ان کی تفسیر اور تاریخ یعنی البدایہ والنہایہ کو غیر معمولی شہرت حاصل ہوئی۔ اور اسلامی کتب خانے میں ان دونوں کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔

وفات و تدفین:

آخری عمر میں ابن کثیر کی بصارت زائل ہوگئی تھی۔ ۷۷۴ھ میں ان کی وفات ہوئی۔ اور دمشق

کے ایک قبرستان "مقبرۃ الصوفیہ" میں ان کی تدفین عمل میں آئی۔ اسی قبرستان میں شیخ ابن تیمیہ کی بھی قبر ہے۔

کچھ اس کتاب کے بارے میں:

ابن کثیر کے اس مختصر رسالے کا ذکر ان کے کسی سوانح نگار نے نہیں کیا ہے۔ اس کا سبب رسالے کا حجم بھی ہوسکتا ہے اور اس کی کمیابی بھی۔ اس قیمتی اور نایاب کتاب کی تلاش کا سہرا ڈاکٹر صلاح الدین المنجد کے سر ہے۔ انھیں اس کا مخطوطہ ریاستہائے متحدہ امریکا کے شہر برنسٹن کی یونیورسٹی کی لائبریری میں دستیاب ہوا۔ جو مجموعہ یہودا کے ضمن میں قلمی رسائل نمبر ۴۰۹۸ کے مجموعے میں شامل ہے اس مجموعے میں کل سترہ رسائل ہیں، اور یہ رسالہ ورق ۹۰ آ سے ۱۰۰ آ تک پر مشتمل ہے۔ اس مخطوطے کو ۷۸۶ھ میں لکھا گیا ہے یعنی ابن کثیر کی وفات کے محض بارہ سال بعد۔ ڈاکٹر منجد نے اسے پہلی بار ۱۹۶۹ء میں دار الکتاب الجدید، بیروت سے شائع کروایا۔ لیکن اس میں احادیث کی تخریج بالکل نہیں کی گئی ہے، اور صرف البدایہ والنہایہ سے اس کے نصوص کا مقابلہ کیا گیا ہے۔ اور بعض مقام پر سیرت ابن ہشام کا حوالہ دے دیا گیا ہے۔ اور اس سے ان کا مقصد یہ تھا کہ اس رسالے کے عبارات ونصوص کے صحت کا یقین ہو سکے، چنانچہ ڈاکٹر منجد اپنے مقدمے میں لکھتے ہیں کہ:

و قد رأينا من الواجب نشر هذا المولد حتى يحل محل ما ألفه المتأخرون في هذا الباب ۔ فضبطنا النص و قايسنا قبل كل شيئ بسيرة الرسول التي كتبها ابن كثير في مطلع كتابه البداية، و التي أجاد فيها كل الإجادة، ثم بسيرة ابن هشام التي هذبها من سيرة إبن اسحاق ۔ و كان عملنا هذا للاطمئنان على صحة النص"(۱۸)

ابن کثیر نے میلاد شریف کی یہ کتاب جامع مظفری کے موذن کی خواہش پر تصنیف کیا تھا۔ دمشق کی اس مسجد کو جامع حنابلہ بھی کہتے ہیں اور اسے اربل کے سلطان مظفر الدین کوکبری (متوفی: ۶۳۰) نے تعمیر کروایا تھا، یہ وہی بادشاہ ہے جس نے سب سے پہلے موجودہ ہیئت میں جشن میلاد کا آغاز کیا تھا۔ غالبا اس مسجد کے موذن نے مسجد میں منعقد ہونے والی میلاد کی محفلوں میں پڑھنے کے لئے ابن کثیر سے یہ کتاب لکھوائی ہوگی۔ یہ کتاب اس بات کی بھی دلیل ہے کہ ابن کثیر ان محفلوں کے انعقاد کو جائز سمجھتے تھے۔

مترجم نے کتاب کے ترجمے کے ساتھ اس میں وارد احادیث شریفہ کی تخریج کا کام کیا ہے، اور حسب ضرورت حواشی وتعلیقات کا بھی اضافہ کیا ہے۔ لیکن البدایہ کا حوالہ نہیں دیا ہے، کیونکہ اس کی ضرورت نہیں ہے، اس رسالے کی بیشتر روایات البدایہ والنہایہ کے شروع میں موجود ہیں، جہاں ابن کثیر نے سیرت پاک کا ذکر کیا ہے۔

اللہ تعالی اس عمل کو قبول فرمائے اور قبولیت عطا فرمائے۔ اور اسے مترجم کے لئے زاد آخرت بنائے، إنه بالإجابة جدير و إنه على كل شيئ قدير و صلى الله تعالى على خير خلقه محمد و آله و صحبه أجمعين۔

علی گڑھ
۲۰ رشعبان ۱۴۲۵ھ
۶/ اکتوبر ۲۰۰۴ء

سید علیم اشرف جائسی

☆☆☆

حوالے:

(۱) صحیح البخاری، کتاب الصلح، باب إذا اصطلحوا علی صلح جور فالصلح مردود۔ صحیح مسلم، کتاب الأقضیۃ، باب نقض الأحکام الباطلۃ ورد محدثات الأمور۔

(۲) صحیح مسلم، کتاب الزکاۃ، باب الحث علی الصدقۃ ولو بشق تمرۃ أو کلمۃ طیبۃ وأنہا حجاب من النار؛ وکتاب العلم، باب من سن فی الإسلام سنۃ حسنۃ أو سیئۃ ومن دعا إلی ہدی أو ضلالۃ۔

(۳) دیکھئے: صحیح ترمذی، کتاب العلم، باب ما جاء فی الأخذ بالسیئۃ، حدیث رقم: ۲۶۰۱؛ وسنن ابن ماجہ، مقدمہ، حدیث رقم: ۲۰۶۔

(۴) صحیح البخاری، کتاب صلاۃ التراویح، باب فضل من قام رمضان۔

(۵) مؤطا امام مالک، کتاب الصلاۃ، باب بدء قیام لیالی رمضان۔

(۶) فتح الباری، ۴: ۲۵۳۔

(۷) تہذیب الأسماء والصفات، ۳: ۲۲، مادہ (ب دع)۔

(۸) صحیح البخاری، کتاب الأذان، باب فضل اللہم ربنا لک الحمد۔

(۹) تفصیل کے لئے دیکھئے: صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب غزوۃ الرجیع۔

(۱۰) کتاب المصاحف، ۱۴۱۔

(۱۱) الزوراء: مدینہ منورہ میں ایک جگہ کا نام ہے، دیکھئے: معجم البلدان، ۳: ۱۵۶۔

(۱۲) صحیح البخاری، کتاب الجمعۃ، باب الأذان یوم الجمعۃ۔

(۱۳) فتح الباری، ۲: ۳۹۳۔

(۱۴) دیکھئے: تفسیر جلالین اور تفسیر ابن کثیر، اس آیت کی تفسیر کے ذیل میں۔

(۱۵) ابن کثیر کی سوانح اور اس کے مراجع کے لئے دیکھئے:

کشف الظنون عن أسامی الکتب والفنون، وکالۃ المعارف، ۱۹۴۱ء، وبیروت: دار صادر، ۱۹۶۸ء، ۱: ۲۲۸۔ کحالہ، معجم المؤلفین، دمشق: مطبعۃ الترقی، ۱۹۵۸ء، ۲: ۲۸۴؛ والزرکلی، الاعلام، بار نہم؛ بیروت: دار العلم للملایین، ۱۹۹۰ء، ۱: ۳۲۰۔

(۱۶) شذرات الذہب فی اخبار من ذہب، بیروت: دار الکتب العلمیہ، غیر مؤرخ، ۶: ۲۳۱۔

(۱۷) الدرر الکامنۃ فی اعیان المائۃ الثامنۃ، حیدرآباد: دائرۃ المعارف العثمانیۃ، بار دوم؛ ۱۹۷۲ء، ۴۴۵، ۴۴۶۔

(۱۸) دیکھئے: مولد رسول اللہ ﷺ، بیروت دار الکتاب العلمیۃ، ۱۹۶۱ء، ۹، ۱۰۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مولد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
(میلاد ابن کثیر)

"لقد من اللہ علی المؤمنین إذ بعث فیھم رسولا من أنفسھم یتلو علیھم آیاتہ و یزکیھم و یعلمھم الکتاب و الحکمۃ و إن کانوا من قبل لفی ضلال مبین (آل عمران:۱۶۴)

تمام تعریف اللہ کے لئے جس نے سید المرسلین کے ظہور سے ہر وجود کو روشن کیا اور حق مبین کی ضیاء سے باطل کی ظلمتوں کو دور کیا، اور حق کے راستوں کو واضح کیا جب کہ لوگ جہل کی تنگنائیوں سے گذر رہے تھے۔ اس کی ثنا کرتا ہوں، ایسی ثنائے بے شمار وطیب ومبارک، جو زمین وآسمان کے تمام گوشوں کو بھر دے، اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ یکتا، لاشریک اور اولین وآخرین کا پالنہار ہے، اور گواہی دیتا ہوں کہ محمد (ﷺ) اس کے بندے اور رسول ہیں، اس کے حبیب وخلیل ہیں، جو سارے عالموں کے لئے رحمت، مومنین کو بشارت دینے والے، کافرین کو ڈرانے والے، پرہیزگاروں کے پیشوا اور گنہگاروں کی شفاعت کرنے والے بنا کر بھیجے گئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا درود وسلام ہو ان پر ہمیشہ قیامت تک، اور اللہ تعالیٰ ان کی تمام بیویوں سے اور ان کے تمام اولاد، اہل بیت اور اصحاب سے راضی ہو۔

یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت سے متعلق احادیث وآثار کا مختصر ذکر ہے جو حدیث شریف کے حافظین وماہرین اور ائمہ ناقدین سے روایت کردہ، اور ان کے نزدیک

پسندیدہ ہے۔

آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدمناف بن قُصی بن کِلاب بن مُرّۃ بن کعب بن لُوی بن غالب بن فہر بن مالک بن النضر بن کنانہ بن خُزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مُضر بن نزار بن مَعدّ بن عدنان (۱)، ابو القاسم، بنی آدم کے سردار، نبی امی، مکان ولادت کے اعتبار سے مکی، جائے ہجرت ومدفن کے لحاظ سے مدنی ہیں۔ ان پر اللہ تعالیٰ کا درود وسلام ہو جب جب ذکر کرنے والے ان کا ذکر کریں یا جب بھی غافلین ان کے ذکر سے غافل ہوں۔

آپ کے جد اعلیٰ عدنان نبی اللہ حضرت اسماعیل (علیہ السلام) کی نسل سے تھے، جو در حقیقت ذبیح تھے، اور خلیل اللہ حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کے صاحبزادے تھے۔

آپ کے حقیقی دادا عبدالمطلب بن ہاشم، قریش کے سربراہ اور پیشوا تھے، شیخ حرم اور اپنی قوم اولاد اسماعیل کا طرۂ افتخار تھے۔ اور اولاد اسماعیل تمام قبائل عرب میں سب سے افضل ومحترم تھی۔

اللہ تعالیٰ نے عبدالمطلب کو خواب میں الہام فرمایا اور زمزم کی جگہ کی رہنمائی فرمائی، جو حضرت اسماعیل اور ان کی اولاد کے عہد میں تھا۔ لیکن بنو جرہم نے مکہ کی سکونت چھوڑتے وقت اسے پاٹ دیا تھا، اور قبیلہ خزاعہ - جو بنو جرہم کے پانچ سو برس بعد کعبہ کے خدام ہوئے - کو پتہ نہیں تھا کہ زمزم کا کنواں کس جگہ ہے۔ یہاں تک کہ عبدالمطلب کو خواب میں اس کی جگہ دکھائی

(۱) دیکھئے: ابن ہشام، ابو محمد عبدالملک (متوفی: ۲۱۸ھ)، السیرۃ النبویۃ معروف بہ سیرت ابن ہشام، تحقیق: مصطفیٰ سقا وغیرہ، بار دوم؛ قاہرہ: مصطفیٰ بابی حلبی، ۱۹۵۵ء، ۱:۱

گئی اور ہاتف غیبی نے انھیں اس کی خبر دی۔ چنانچہ وہ چاہ زمزم کو کھودنے کے لئے فوراً تیار ہو گئے، لیکن قریش نے حرم میں کھدائی کرنے سے انکار کر دیا۔

اس وقت عبد المطلب کا صرف ایک بیٹا حارث ہی تھا اس نے اپنے والد کی مدد کی۔ عبد المطلب نے زمزم کی بازیافت کی، اور اس میں سے کعبہ کو نذر کردہ زیورات وغیرہ کو باہر نکالا تو قریش نے ان کی بڑی تعظیم کی، اور ان کی قدر و منزلت کو پہچانا، اور اس کرامت و بزرگی سے آگاہ ہوئے جسے اللہ تعالیٰ نے عبد المطلب کے لئے خاص فرمایا تھا۔(۱)

عبد المطلب نے اللہ کی نذر مانی کہ اگر ان کے دس بچے ہوئے تو ان میں سے ایک کو اللہ کی راہ میں قربان کریں گے، اور جب ان کے دس بیٹے ہو گئے تو انھوں نے قرعہ نکالا، یہ قرعہ جناب عبد اللہ (والد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کے نام نکلا تو آپ نے انھیں ذبح کرنے کا ارادہ فرمایا، مگر قریش نے انھیں منع کیا کہ ایسا نہ کریں حتی کہ ان کے بدلے میں ایک سو اونٹوں کا فدیہ دیا(۲)، جیسا کہ یہ واقعہ ہماری کتاب ''السیرۃ النبویۃ'' میں پوری تفصیل کے ساتھ موجود ہے۔

بعد ازیں عبد المطلب نے اپنے اس بیٹے کی شادی بنو زُہرہ کی سب سے بہتر خاتون آمنہ بنت وہب بن عبد مَناف سے کر دیا(۳)۔ شادی کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شکم مادر میں آئے۔

محمد بن اسحاق بن یسار کہتے ہیں کہ:

(۱) دیکھئے: سیرت ابن ہشام، مرجع سابق، زیر عنوان ''ذکر حفر زمزم وما جری من الخلف فیہا''، ۱:۱۴۲۔

(۲) واقعے کی تفصیلات کے لئے دیکھئے: سیرت ابن ہشام، مرجع سابق، زیر عنوان ''ذکر نذر عبد المطلب ذبح ولدہ''، ۱:۱۵۱-۱۵۵۔

(۳) سیرت ابن ہشام، ۱:۱۵۶۔

آمنہ کہا کرتی تھیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے شکم میں آئے تو ان سے خواب میں کہا گیا کہ: تیرے شکم میں اس امت کے سردار ہیں۔ جب یہ پیدا ہوں تو یوں کہنا:

'' أعیذه بالواحد، من شر كل حاسد، في كل بر عاهد، و كل عبد رائد، يرود غير زائد، فإنه عبد الحميد الواحد، حتى أراه قد أتى المشاهد''۔(۱)

اور اس کی نشانی یہ ہے کہ ان کی پیدائش کے ساتھ ایک نور نکلے گا جو سرزمین شام میں واقع بُصریٰ شہر کے محلات کو روشن کر دے گا۔ جب یہ پیدا ہوں تو ان کا نام محمد رکھنا، تورات و انجیل میں ان کا نام احمد ہے، تمام زمین و آسمان والے ان کی مدح و ثنا کریں گے۔ (۲)

ثور بن یزید جنھوں نے خالد بن معدان سے روایت کی ہے، مجھ سے روایت کرتے ہیں کہ:

اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ انھوں نے عرض کیا کہ: اے اللہ کے رسول اپنی ذات کے بارے میں کچھ ارشاد فرمائیے۔

آپ نے فرمایا: میں اپنے باپ ابراہیم کی دعا اور عیسیٰ کی بشارت ہوں (علیہم السلام) جب میں شکم مادر میں آیا تو میری ماں نے دیکھا کہ گویا ان کے اندر سے ایک نور نکلا جس نے ملک شام میں واقع بُصریٰ کو روشن کر دیا۔ (۳)

ابو امامہ باہلی سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ: یا رسول اللہ آپ اپنے ظہور کی ابتداء کے بارے میں فرمائیں، فرمایا:

(۱) سیرت ابن ہشام، ۱:۱۵۸۔

(۲) ابن سعد، الطبقات الکبریٰ معروف بہ طبقات ابن سعد، بیروت: دار صادر، ۱۹۶۰ء، ۱:۱۰۲۔

(۳) بُصریٰ: دمشق کے قریب شام کی ایک آبادی، دیکھئے: معجم البلدان، بیروت: دار صادر، ۱۹۵۷ء، ۱:۴۴۱۔

"دعوة أبي إبراهيم، وبشرى عيسى، ورأت أمي أنه خرج منها نور أضاءت له قصور الشام" (۱) میں اپنے باپ ابراہیم کی دعا اور عیسیٰ کی بشارت ہوں (علیہم السلام) اور میری ماں نے دیکھا کہ ان کے اندر سے ایک نور نکلا جس نے شام کے محلات کو روشن کر دیا۔

عرباض بن ساریہ سلمی نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

"إني عند الله لخاتم النبيين وإن آدم لمنجدل في طينته، وسأنبئكم بأول ذلك: دعوة أبي إبراهيم، وبشارة عيسىٰ بي، رؤيا أمي التي رأت، وكذلك أمهات النبيين يَرَين" (۲) یعنی شک میں اللہ کے نزدیک خاتم النبیین تھا جب آدم اپنی مٹی میں گندھے ہوئے تھے۔ میں تمہیں اپنے آغاز کی خبر دوں گا، میں (حضرت) ابراہیم کی دعا اور عیسیٰ کی بشارت ہوں اور میری ماں کا خواب جو انھوں نے دیکھا اور یونہی دیکھتی ہیں مومنین کی مائیں۔

(حضرت) عمر رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے کہ: آدم علیہ السلام نے عرض کیا کہ: اے رب میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے وسیلے سے تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ مجھے معاف فرما دے، فرمایا: اے آدم تم نے محمد کو کیسے جانا جب کہ میں نے ابھی تک انھیں پیدا نہیں کیا ہے؟ عرض کیا کہ: جب تو نے مجھے اپنے دستِ قدرت سے بنایا، اور اپنی روح میرے اندر پھونکی اور

(۱) مسند احمد، ۵: ۲۶۲؛ وامام بیہقی، دلائل النبوۃ، ۱: ۸۴؛ وابوداؤد طیالسی، المسند، حدیث نمبر: ۱۱۴۰؛ و ابن حجر ہیثمی، مجمع الزوائد، ۸: ۲۲۲۔

(۲) مسند احمد، ۴: ۱۲۷، ۱۲۸؛ ودلائل النبوۃ، ۱: ۸۰؛ والمستدرک للحاکم، ۲: ۶۰۰۔ امام حاکم نے اسے صحیح الإسناد مانا ہے، اور امام ذہبی نے بھی اسے قبول کیا ہے، ابن حجر نے اسے احمد، طبرانی اور بزار کے حوالے سے ذکر کیا ہے، اور کہا ہے کہ امام احمد کے ایک سند کے راوی صحیح کے راوی ہیں، سوائے سعید بن سوید کے، اور انھیں بھی ابن حبان نے ثقہ قرار دیا ہے، دیکھئے: مجمع الزوائد، ۸: ۲۲۳۔

میں نے اپنے سر کو اٹھایا تو عرش کے پایوں پر لکھا ہوا دیکھا: "لا إله إلا الله محمد رسول الله" میں جان گیا کہ تو اپنے نام کے ساتھ صرف اسی کا نام ملائے گا جو تیری مخلوق میں تجھے سے زیادہ محبوب ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے آدم تو نے سچ کہا بیشک وہ مجھے اپنی مخلوق میں سب سے زیادہ محبوب ہے، اگر تو نے ان کے وسیلے سے مجھ سے مانگا ہے تو میں نے تجھے بخش دیا ہے، اور اگر محمد نہ ہوتے تو میں تجھے پیدا ہی نہ کرتا۔

☆☆☆

میلادِ مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی کیفیت

جب اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے اور رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اس وجود کے ساتھ ظاہر کرنے کا ارادہ فرمایا اور ہر موجود کی ہدایت کے لئے ان کے نور کے ظہور کا قصد فرمایا، اور ان کے ذریعے بندوں پر رحم کرنا چاہا تا کہ وہ معبود کی وحدانیت تک بندوں کی رہنمائی کر سکے، تو دوشنبہ کی روشن شب میں پاکباز حاملہ کو دردِ زہ شروع ہوا، اور صحیح تر اقوال کے مطابق یہ واقعہ عام فیل میں پیش آیا۔ ابن اسحاق کی مشہور روایت میں ماہ ربیع الاول میں آپ کی ولادت ہوئی (۱)، اور علم سیرت نبوی میں انھیں پر اعتماد کیا جاتا ہے۔

صحیح مسلم میں (حضرت) ابو قتادہ انصاری سے مروی ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دوشنبہ کے دن کے روزے کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ: " ذاك يوم ولدت فيه، وأنزل عليّ فيه " یہ وہ دن ہے جس میں مَیں پیدا ہوا اور اسی دن مجھ پر وحی کا نزول ہوا۔ (۲)

(حضرت) ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ:

تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم دوشنبہ کے دن پیدا ہوئے، دوشنبہ کے دن انھیں نبوت ملی، دوشنبہ کے دن انھوں نے ہجرت فرمائی اور دوشنبہ ہی کے دن وہ مدینہ میں داخل ہوئے،

(۱) سیرت ابن ہشام، ''ولادۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ورضاعہ''، ۱:۱۵۸، ۱۵۹۔

(۲) صحیح مسلم، کتاب الصیام، باب استحباب الصیام من کل شہر وصوم عاشوراء والاثنین والخمیس؛ ومسند امام احمد، ۵:۲۹۷-۲۹۹؛ وسنن بیہقی، ۴:۲۹۳۔

صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہ۔ (۱)

ابراہیم بن منذر حزامی فرماتے ہیں کہ:

وہ بات جس میں ہمارے کسی عالم کو شک نہیں ہے، یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عام فیل میں پیدا ہوئے اور اس کے چالیسویں سال میں آپ کی بعثت ہوئی۔

حافظ بیہقی نے اپنی سند سے عثمان بن ابی عاص ثقفی سے روایت کی ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ: میری ماں نے مجھ سے کہا کہ: میں آمنہ بنت وہب کے یہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش کی شب موجود تھی، میں گھر کی جس چیز کو دیکھتی اسے نور میں ڈوبا ہوا پاتی اور میں تاروں کو اس طرح قریب آتا ہوا دیکھتی تو سوچتی کہ مبادا مجھ پر گر پڑیں گے۔

مخزوم بن ہانی مخزومی اپنے والد سے روایت کرتے ہیں جن کی عمر ایک سو پچاس سال ہوگئی تھی، وہ کہتے ہیں کہ:

جب وہ شب آئی جس میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت ہوئی تو کسریٰ کے ایوان آواز کے ساتھ ہلنے لگے، اور اس کے چودہ کنگرے گر پڑے، فارس کی آگ بجھ گئی، یہ آگ اس سے پہلے ایک ہزار سال میں کبھی نہیں بجھی تھی، سادہ (۲) جھیل کا پانی خشک ہوگیا۔ اور موبذان کے خواب کا ذکر کیا- جو کہ آتش پرستوں کا قاضی تھا- اس نے خواب میں سخت جان اونٹوں کو دیکھا کہ عربی گھوڑوں کی قیادت کر رہے ہیں جو دریائے دجلہ کو پار کر کے ملک بھر میں پھیل گئے ہیں، سارے مجوسی اور کسریٰ خوف زدہ ہوگئے، چنانچہ کسریٰ کے نائب

(۱) مسند امام احمد، مسند بنی ہاشم، حدیث رقم: ۲۳۷۶۔

(۲) سادہ: قدیم ایران کا ایک شہر تھا۔ دیکھئے: معجم البلدان، ۳:۲۴۔

نعمان بن منذر نے عبدالمسیح بن بقیلہ غسانی کو سطیح کے پاس بھیجا۔ جو اطراف شام میں رہنے والا مشہور کاہن تھا، تا کہ اُس سے اِس امر عظیم کے بارے میں پوچھ سکے۔ جب عبدالمسیح وہاں پہنچا اور سطیح کے روبرو ہوا تو سطیح نے اسے آواز دی اور اس سے پہلے کہ عبدالمسیح اسے معاملے کی خبر دیتا اس نے اپنی آنکھیں کھولیں اور بولا:

عبدالمسیح، تیز رو اونٹ پر سوار ہو کر سطیح کے پاس آیا ہے جو کہ لب گور ہے۔ تجھے بنو ساسان کے بادشاہ نے بھیجا ہے، ایوان کے ہلنے، آگ کے ٹھنڈا ہونے اور موبذان کے خواب کے سبب، اس نے دیکھا ہے کہ سخت جان اونٹ عربی گھوڑوں کی قیادت کر رہے ہیں جو دجلہ کو پار کر کے ملک بھر میں پھیل گئے ہیں۔

پھر کہا: اے عبدالمسیح، جب اہل ایمان کی کثرت ہو اور عصا والے کا ظہور ہو اور وادی سماوہ بہنے لگے اور سادہ جھیل کا پانی خشک ہو جائے، فارس کی آگ بجھ جائے تو شام سطیح کا شام نہ رہے گا اور ان میں بالا خانوں کے عدد کے مطابق بادشاہ ہوں گے اور جو ہونے والا ہے ہو کر رہے گا۔ پھر سطیح اپنے مقام سے اٹھ گیا۔ (۱)

یہ خواب ایک انتباہ تھا کہ بادشاہانِ ایران کی حکومت کا خاتمہ ہوگا، ان کی حکومت اسلامی حکومت میں تبدیل ہوگی اور عرب ایران میں داخل ہوں گے۔

اور بعد میں ایسا ہی ہوا، جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

''جب قیصر ہلاک ہوگا تو اس کے بعد دوسرا قیصر نہ ہوگا اور جب کسریٰ ہلاک ہوگا تو اس کے بعد کوئی کسریٰ نہیں ہوگا۔ اور اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے،

(۱) اس روایت کو بیہقی نے دلائل النبوۃ میں تفصیل کے ساتھ ذکر کیا ہے، دیکھئے: ۱:۱۲۶-۱۲۹؛ وابن جریر طبری، تاریخ الرسل والملوک معروف بہ تاریخ طبری، مصر دار المعارف ۱۹۶۲ء، ۲:۱۳۱-۱۳۳

تم لوگ اللہ کی راہ میں ان دونوں کے خزانے صرف کرو گے''۔ (۱)

مقصد (ماسبق کے بیان کا) یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت شریفہ کی شب عظمت و شرافت والی اور مومنین کے لئے برکت و سعادت والی شب تھی۔ پاک و طاہر شب تھی، جس کے انوار ظاہر و عیاں تھے اور جو بڑی بزرگی اور قدر و منزلت والی شب تھی۔ اس شب میں اللہ تعالیٰ نے اس محفوظ و پوشیدہ جوہر کو (اس خاکدان گیتی میں) ظاہر فرمایا جس کے انوار ہمیشہ سے نکاح کے ذریعے نہ کہ بے حیائی کے ذریعے شریف صلب سے طاہر و عفت والے رحم میں منتقل ہوتے رہے اور یہ سلسلہ ابوالبشر آدم علیہ السلام سے چلتا ہوا عبداللہ بن عبدالمطلب پر ختم ہوا۔ اور حضرت عبداللہ سے یہ نور جناب آمنہ بنت وہب کی جانب منتقل ہوا۔ اور اسی شرف و عزت والی رات میں آپ کی ولادت ہوئی۔ آپ کی ولادت شریفہ کے جو حسی و معنوی اور ظاہری و باطنی انوار ظاہر ہوئے ان سے عقلیں حیران، اور نگاہیں خیرہ ہو گئیں۔ اور جن کا بیان کتب احادیث اور اخبار میں ہوا ہے۔

محمد ابن اسحاق نے (ولادت شریفہ کے سلسلے میں) جن چیزوں کا ذکر کیا ہے انھیں میں سے ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ختنہ شدہ پیدا ہوئے آپ کی ناف بھی کٹی تھی۔ اور آپ جب رحمِ مادر سے دنیا میں تشریف لائے تو سجدے میں گر گئے۔ عورتوں نے آپ پر پتھر کی ایک ہانڈی ڈال دی، مکہ میں اس کا رواج تھا، لیکن وہ ہانڈی آپ کے اوپر سے پلٹ گئی تو ان عورتوں نے دیکھا کہ آپ کی آنکھیں کھلی ہوئی ہیں اور آپ ایک ٹک آسمان کی طرف دیکھ رہے ہیں۔

(۱) صحیح البخاری، کتاب الأیمان والنذور، باب کیف کان یمین النبی ﷺ، حدیث رقم: ۶۱۳۹؛ وصحیح مسلم، کتاب الفتن وأشراط الساعۃ، باب لاتقوم الساعۃ حتی یمر الرجل بقبر الرجل فیتمنی أن یکون مکان المیت من البلاء، حدیث رقم: ۵۱۹۶۔

عورتوں نے اس بات کی خبر آپ کے دادا عبدالمطلب بن ہاشم کو دی- آپ کے والد کا انتقال ہو چکا تھا جب کہ آپ رحمِ مادر ہی میں تھے-تو عبدالمطلب نے ان عورتوں سے کہا کہ: اس بچے کی حفاظت کرو کیونکہ مجھے امید ہے کہ یہ بڑی شان والا ہوگا اور بڑے اچھے نصیب والا ہوگا۔

عبدالمطلب نے ساتویں دن آپ کا عقیقہ کیا، اور اس میں قریش کو مدعو کیا۔لوگوں نے کھانے سے فارغ ہو کر ان سے پوچھا کہ اس بچے کا کیا نام رکھا ہے؟ عبدالمطلب نے کہا کہ میں نے اس کا نام محمد رکھا ہے۔لوگ بولے کہ تم نے اس بچے کے لئے اپنے خاندان کے ناموں کو نظر انداز کیوں کیا تو عبدالمطلب نے جواب دیا کہ: میری خواہش ہے کہ خدا آسمان میں اور خلق خدا زمین پر اس کی تعریف کرے۔

علماء فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے عبدالمطلب کو الہام فرمایا تھا کہ وہ آپ کا نام محمد رکھیں، کیونکہ یہ لفظ تمام قابل تعریف صفتوں کا جامع ہے، تاکہ آپ کا نام نامی آپ کے صفات گرامی اور اخلاق سامی کے عین مطابق ہو۔

جیسا کہ آپ کے چچا ابوطالب نے کہا ہے:

و شق له من اسمه ليُجلّهٗ ☆ فذو العرش محمود وهذا محمد

(اللہ تعالیٰ نے انھیں عظمت و بزرگی دینے کے لئے اپنے نام پر ان کے نام کو رکھا-تو صاحب عرش (جل مجدہ) محمود اور یہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں۔

بخاری و مسلم میں امام زہری کی حدیث وارد ہوئی ہے، اس حدیث کو انھوں نے محمد بن مطعم بن جبیر سے اور انھوں نے اپنے والد سے روایت کیا ہے کہ:

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ: "إن لي أسماء: أنا محمد، وأنا أحمد وأنا الماحي الذي يمحوا الله بي الكفر وأنا الحاشر الذي يحشر

الناس على قدمي وأنا العاقب الذي ليس بعده أحد" (۱) میرے کئی نام ہیں، میں محمد ہوں، میں احمد ہوں، میں ماحی ہوں میرے ذریعے اللہ کفر کو محو فرمائے گا، میں حاشر ہوں کہ میرے قدموں پر لوگ جمع کئے جائیں گے اور میں عاقب ہوں کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔

بخاری و مسلم ہی میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ:

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تسموا باسمي ولا تكنوا بكنيتي" (۲)

یعنی میرے نام پر نام رکھو لیکن میری کنیت اختیار نہ کرو۔

ترمذی شریف میں ہے:

"لا تجمعوا (بين) اسمي و كنيتي، أنا أبو القاسم، الله يرزق وأنا اقسم" (۳)

(۱) صحیح البخاری، کتاب المناقب، باب ماجاء في أسماء النبي ﷺ، حدیث رقم: ۳۲۶۸، وکتاب التفسیر باب قوله تعالى: من بعدي اسمه أحمد، حدیث رقم: ۴۵۱۷؛ وصحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب في أسماءه حدیث رقم: ۴۳۴۳؛ وسنن ترمذی، کتاب الادب، باب ماجاء في أسماء النبي ﷺ، حدیث رقم: ۲۷۶۶؛ وموطا امام مالک، باب اسماء النبی؛ ومسند احمد ۴: ۸۰-۸۴؛ وبیہقی، دلائل النبوۃ ۱: ۲۵۲، ۲۵۳؛ ومسند دارمی، کتاب الرقاق، باب في أسماء النبي ﷺ۔

(۲) صحیح البخاری، کتاب العلم، باب اثم من کذب علی النبی ﷺ، حدیث رقم: ۱۰۷، کتاب المناقب، باب کنیۃ النبی ﷺ، حدیث رقم: ۳۲۷۵ و۳۲۷۴، وکتاب الأدب، باب قول النبي ﷺ: تسموا باسمي ولا تكنوا بكنيتي، حدیث رقم: ۵۷۱۹ عن جابر رضی اللہ عنہ؛ وصحیح مسلم، کتاب الأدب، باب النهي عن التكني بأبي القاسم، حدیث رقم: ۳۹۷۴، ۳۹۷۶، ۳۹۷۸، ۳۹۸۱؛ وسنن ابن ماجہ؛ کتاب الأدب، باب الجمع بین اسم النبي ﷺ وکنیتہ، حدیث رقم: ۳۷۲۵، ۳۷۲۶، ۳۷۲۷؛ ودلائل النبوۃ، ۱: ۱۶۲۔

(۳) بحثت في صحيح الترمذي عن هذا الحديث مااستطعت ولكن لم أعثر عليه بهذا اللفظ، وقد رواه الامام البيهقي انظر دلائل النبوة، ۱: ۱۶۳۔

یعنی میرے نام اور کنیت کو جمع مت کرو، میں ابوالقاسم ہوں، اللہ رزق دیتا ہے اور میں بانٹتا ہوں۔

امام احمد رضی اللہ عنہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں انھوں نے فرمایا: جب ابراہیم بن ماریہ (رضی اللہ عنہا) پیدا ہوئے تو حضرت جبریل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور عرض کیا: ''السلام علیك یا أبا إبراهیم'' (۱) اے ابوابراہیم آپ پر سلامتی ہو۔

☆☆☆

(۱) عزاه المصنف رحمه الله الى الامام احمد، ولكن لم أقف عليه في مسنده، وقد رواه الامام الحاكم عن انس ابن مالك، انظر: المستدرك، ۲:۶۰۴۔ وقال الشيخ عبدالله الهرري: في اسناد حديث الحاكم هذا ابن لهيعة وهو ضعيف، انظر: الروائح الزكية، بيروت: دارالمشاريع، ۱۹۹۷، ۴۹

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رضاعت کا ذکر

سب سے پہلے ابولہب کی باندی ثویبہ نے آپ کو دودھ پلایا، ثویبہ ہی نے آپ کے چچا کو آپ کی ولادت کی خوش خبری دی تھی تو اس نے انھیں آزاد کر دیا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ جب ابولہب کے بھائی عباس بن عبدالمطلب نے اس کے مرنے کے بعد اسے خواب میں برے حال میں دیکھا تو اس سے پوچھا کہ تجھے کیا ملا؟ وہ بولا کہ تمہارے بعد کسی بھلائی سے سابقہ نہیں پڑا البتہ ثویبہ کو آزاد کرنے کے سبب مجھے اس سے پلایا جاتا ہے اور اس نے اپنے انگوٹھے میں ایک نقرے کی طرف اشارہ کیا۔ (۱)

(۱) امام بخاری فرماتے ہیں: ''قال عروة وثويبة مولاة لأبي لهب كان أبولهب أعتقها فأرضعت النبي ﷺ فلما مات أبولهب أريه بعض أهله بشر حيبة، قال له: ماذا لقيت؟ قال أبولهب لم ألق بعدكم غير أني سقيت في هذه بعتاقتي ثويبة'' (حضرت عروہ بن زبیر فرماتے ہیں کہ ثویبہ ابولہب کی باندی تھی، جسے ابولہب نے آزاد کر دیا تھا تو اس نے نبی کریم ﷺ کو دودھ پلایا، جب ابولہب مرا تو اس کے کسی گھر والے نے اسے خواب میں بڑی بری حالت میں دیکھا اور پوچھا کہ تم نے کیا پایا، ابولہب نے کہا کہ تم لوگوں کے بعد میں نے کچھ (بھلائی) نہیں پائی، سوائے اس کے کہ ثویبہ کو آزاد کرنے کے بدلے اس سے پلایا گیا ہوں۔)

دیکھئے: صحیح البخاری، کتاب النکاح، باب یحرم من الرضاعة ما یحرم من النسب، حدیث رقم: ۴۷۱۱۔

امام ابن حجر اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں کہ: ابولہب کو خواب میں حضرت عباس نے دیکھا تھا جن سے ابولہب نے کہا کہ ''تمہارے بعد مجھے کوئی آرام نہیں ملا سوا اس کے کہ ہر دوشنبہ کو میرا عذاب ہلکا کر دیا جاتا ہے''۔ حضرت عباس نے فرمایا کہ: ''وہ اس لئے کہ حضور دوشنبے کے دن پیدا ہوئے تو ثویبہ نے ابولہب کو آپکی ولادت کی خوشخبری دی تو اس نے اسے آزاد کر دیا تھا۔''

دیکھئے: فتح الباری شرح صحیح البخاری، بار اول؛ بولاق (مصر): ۱۳۰۱ھ، ۹:۱۲۴۔

جب ابولہب کی باندی نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا دودھ پلایا تو اس کا نفع ابو لہب کو ملا اور اسی کے سبب اسے پانی پلایا گیا باوجودیکہ ابولہب وہی ہے جس کی مذمت و برائی میں اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ایک پوری سورت نازل فرمائی ہے۔

سہیلی وغیرہ نے ذکر کیا کہ ابولہب نے اپنے بھائی عباس سے اس خواب میں یہ کہا کہ: ہر دوشنبہ کے دن میں میرے عذاب میں تخفیف کردی جاتی ہے۔(۱)

علماء نے فرمایا ہے کہ: اس کی وجہ یہ ہے کہ جب ثویبہ نے اسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش کی خوش خبری دی تھی تو اس نے اسی وقت اس کو آزاد کردیا تھا چنانچہ ہمیشہ اس گھڑی میں اس کا عذاب کم کردیا جاتا ہے۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے اور ابوسلمہ کو ثویبہ نے دودھ پلایا ہے لہذا مجھ پر اپنی لڑکیوں اور بہنوں کو (نکاح کے لئے) پیش مت کرو۔(۲)

صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت عروہ فرماتے ہیں کہ: ثویبہ ابولہب کی باندی ہے جسے ابو لہب نے ازاد کردیا تھا تو اس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دودھ پلایا۔(۳)

☆☆☆

(۱) سہیلی کی یہ روایت گزشتہ صفحے کے حاشیہ:۲ میں ابن حجر رحمہ اللہ کے حوالے سے نقل کی جاچکی ہے۔

(۲) صحیح البخاری، کتاب النکاح، باب یحرم من الرضاعۃ ما یحرم من النسب، حدیث رقم:۱۱ا۴؛ وصحیح مسلم، کتاب الرضاع، باب تحریم الربیبۃ، حدیث رقم:۲۶۲۶۔

(۳) صحیح البخاری، تخریج سابق۔(گزشتہ صفحہ، حاشیہ:۱)

حلیمہ سعدیہ کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دودھ پلانے کا ذکر

ابن اسحاق نے جہم بن ابی جہم سے اور انھوں نے اس شخص سے روایت کی ہے جس نے عبداللہ بن جعفر کو کہتے سنا ہے کہ:

راوی نے حلیمہ بنت ابی ذؤیب کے احوال اور عورتوں کی ایک جماعت کے ساتھ ان کے مکہ آنے کا ذکر کیا۔ یہ عورتیں حسبِ عادت ہر سال شیر خوار بچوں کی تلاش میں مکہ آتی تھیں کیونکہ اہل مکہ اپنے بچوں کو دیہات کی عورتوں کے ساتھ بھیج دیا کرتے تھے جو انھیں اجرت پر دودھ پلایا کرتی تھیں تاکہ یہ بچے دیہی آب وہوا میں صحت مند ہوسکیں اور اہل مکہ کے نزدیک بنو سعد کا علاقہ سب سے بہتر علاقہ تھا۔

حضرت حلیمہ فرماتی ہیں: ہم میں سے کوئی عورت نہیں بچی جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو لینے کی پیش کش نہ کی گئی ہو لیکن آپ کے یتیم ہونے کے سبب سبھی نے انکار کردیا، دراصل ہم لوگ بچے کے باپ سے بھلائی (اچھی اجرت) کی خواہش کرتے تھے، لیکن جب مجھے کوئی بچہ نہ ملا تو میں نے انھیں کو لے لیا اور لے کر اپنی سواری کے پاس آئی۔ ان کے لئے میرے سینوں میں دودھ آ گیا، تو انھوں نے دودھ پیا حتی کہ سیراب ہوگئے اور ان کے (رضاعی) بھائی نے بھی پیا، اور وہ بھی سیراب ہوگیا، اور میرے شوہر ہماری بوڑھی اونٹنی کے پاس گئے تو دیکھا کہ اس کے تھنوں میں دودھ بھرا ہے تو انھوں نے مجھ سے کہا کہ: اے حلیمہ بخدا مجھے امید ہے کہ تم نے ایک بابرکت ذات کو پالیا ہے۔

فرماتی ہیں کہ پھر ہم سب اپنے گھر واپسی کے لئے روانہ ہوئے۔ حضرت حلیمہ اپنی

(سواری کی) گدھی کی تیز رفتاری وسبقت کا ذکر کیا، جب کہ پہلے وہ کمزور اور سست رفتار تھی، یہاں تک کہ عورتیں کہنے لگیں کہ خدا کی قسم حلیمہ بڑی شان والی ہوگئی ہے۔ (فرماتی ہیں کہ) پھر ہم لوگ بنوسعد کے علاقے میں پہنچ گئے اور میں اللہ کی زمینوں میں اس سے زیادہ بنجر اور بے آب وگیاہ زمین نہیں جانتی تھی (لیکن اس کے باوجود) اگر میری بکریاں چرنے کے لئے جاتیں تو شام کو بھرے پیٹ واپس آتیں، اور ہم جس قدر چاہتے ان کا دودھ دوہ لیتے تھے اور ہمارے آس پاس میں کوئی ایسا نہیں تھا جو اپنی کسی بھی بکری سے ایک قطرہ بھی دودھ پاتا رہا ہو، اور ان کی بکریاں شام کو بھوکی واپس ہوتیں، اور وہ سب اپنے چرواہوں سے کہتے برا ہو تمہارا دیکھو ابو ذویب کی بیٹی کی بکریاں کیسا چرتی ہیں تم لوگ بھی انھیں کے جانوروں کے ساتھ چرایا کرو تو وہ لوگ بھی ہماری بکریوں کے ساتھ اپنی بکریاں چرانے لگے، لیکن اس کے باوجود ان کی بکریاں بھوکی لوٹتیں، اور ان میں ایک قطرہ دودھ نہ ہوتا، اور ہماری بکریاں بھرے پیٹ اور دودھ سے بھری ہوئی لوٹتیں، اور ہم جس قدر چاہتے ان سے دودھ حاصل کرتے۔ ہمیں اللہ تعالیٰ ان کی برکتیں دکھاتا رہا یہاں کہ وہ دو سال کے ہوگئے اور وہ اتنی تیزی سے بڑھ رہے تھے کہ عادتاً بچے اتنی تیزی سے بڑے نہیں ہوتے، اور بخدا وہ دو سال ہی میں خوب مضبوط اور طاقتور ہوگئے۔ پھر ہم انھیں ان کی ماں کے پاس واپس لے گئے اور ان سے اجازت لے کر انھیں پھر اپنے یہاں لے آئے اور دو تین ماہ قیام رہا۔

ایک بار جب وہ اپنے رضاعی بھائی کے ہمراہ ہمارے گھر کے پیچھے ہماری بکریوں کے بچوں کے ساتھ کھیل رہے تھے کہ ان کا رضاعی بھائی دوڑتا ہوا ہمارے پاس آیا اور بولا: وہ قریشی بھائی جو ہے ناں! اس کے پاس سفید لباس میں ملبوس دو شخص آئے اور انھوں نے ان کو لٹا کر ان کا پیٹ پھاڑ دیا ہے۔

حلیمہ فرماتی ہیں کہ: یہ سن کر میں اور میرے شوہر دوڑتے ہوئے ان کے پاس آئے تو دیکھا کہ وہ کھڑے ہوئے ہیں اور ان کا چہرہ پیلا ہو رہا ہے۔ ان کے (رضاعی) باپ نے انھیں خود سے لپٹا لیا اور پوچھا، کیا ہوا میرے بیٹے؟ فرمایا: سفید لباس پہنے دو لوگ میرے پاس آئے انھوں نے مجھے لٹا کر میرے پیٹ کو شق کر دیا پھر اس میں سے کوئی چیز نکال کر اسے پھینک دیا پھر میرے پیٹ کو پہلے کی طرح کر دیا۔ ہم دونوں (یہ سن کر) انھیں اپنے ساتھ لے کر (گھر) واپس آ گئے۔ میرے شوہر نے کہا: اے حلیمہ مجھے ڈر ہے کہ میرے اس بچے کو کوئی اثر ہو گیا ہے، چلو ان کو ان کے گھر والے کے حوالے کر آتے ہیں۔

پھر ہم انھیں لے کر ان کی ماں کے پاس آئے، وہ بولیں: انھیں واپس کیوں لے آئے تم لوگ تو انھیں اپنے پاس رکھنے کے لئے بڑے خواہش مند تھے، ہم نے کہا کہ ان کے ضائع ہونے کے ڈر اور حوادث زمانہ کے خوف سے (ہم انھیں واپس لے آئے ہیں)۔ حضرت آمنہ نے کہا کہ: اصل بات کیا ہے؟ تم دونوں مجھے حقیقت سے مطلع کرو، اور جب انھوں نے بڑا اصرار کیا تو ہم لوگوں نے ان کے صاحبزادے کے ساتھ جو کچھ پیش آیا اس سے انھیں باخبر کر دیا، انھوں نے فرمایا: تم میرے بیٹے کے سلسلے میں شیطان سے ڈر گئے؟ خدا کی قسم ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا، شیطان کو اس تک راہ نہیں ہے۔ میرا یہ بیٹا بڑی شان والا ہے۔ کہو تو میں تمہیں ان کے بارے میں بتاؤں؟ ہم نے کہا ضرور بتائیے، بولیں کہ: جب یہ میرے پیٹ میں آئے تو میرا پیٹ اس قدر ہلکا تھا کہ اتنا ہلکا پیٹ کسی حمل میں نہیں رہا، اور جب یہ میرے پیٹ میں تھے تو مجھے خواب میں دکھایا گیا کہ گویا میرے اندر سے ایک ایسا نور نکلا جس سے شام کے محلات روشن ہو گئے، اور وقت ولادت یہ (زمین پر) اس طرح آئے کہ کوئی پیدا ہونے والا ایسا نہیں ہوتا ہے۔ یہ اپنے ہاتھوں پر بھروسہ کئے ہوئے تھے، اور اپنے سر کو آسمان کی طرف اٹھائے تھے، جاؤ

انھیں ان کے حال پر چھوڑ دو۔(۱)

مسلم شریف میں ہے:

''حضور صلی اللہ علیہ وسلم (اپنے بچپن میں) بچوں کے ساتھ کھیل رہے تھے کہ ان کے پاس جبریل (علیہ السلام) آئے اور انھیں پکڑ کر پیٹھ کے بل لٹا دیا اور ان کے پیٹ کو شق کر کے اس میں سے دل کو باہر نکالا پھر اس میں سے جمے ہوئے خون کا ایک چھوٹا ٹکڑا الگ کیا اور کہا کہ یہ شیطان کا حصہ ہے، پھر آپ کے قلب مبارک کو سونے کے ایک طشت میں آب زمزم سے دھویا پھر اسے ملا کر اس کی جگہ پر واپس رکھ دیا۔ بچے دوڑتے ہوئے ان کی ماں یعنی دائی ماں کے پاس آئے اور بولے کہ محمد کو قتل کر دیا گیا، تو لوگ ان کے پاس آئے اور دیکھا کہ ان کا رنگ بدلا ہوا ہے''۔(۲)

حضرت انس فرماتے ہیں کہ میں آپ کے سینے پر اس سلائی کا اثر دیکھا کرتا تھا۔

صحیحین وغیرہ میں حضرت انس، حضرت ابوذر اور حضرت مالک بن صعصعہ رضی اللہ عنہم سے مروی حدیث اسراء و معراج میں ہے کہ شب معراج میں بھی آپ کے ساتھ شق صدر کا واقعہ پیش آیا۔ اللہ کا درود و سلام ہو آپ پر۔(۳)

مقصد یہ ہے کہ بنوسعد کی عورتوں کا آپ کو دودھ پلانا خاص طور پر (ان کے لئے) اور عام طور پر (سبھی قبیلے کے لئے) اس وقت اور اس کے بعد خیر و برکت کا موجب تھا۔ اور بالخصوص

---

(۱) سیرت ابن ہشام، ۱:۱۶۲-۱۶۵؛ وتاریخ طبری، ۲:۱۵۸-۱۶۰۔

(۲) صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب الاسراء، حدیث رقم: ۲۳۶؛ مسند احمد، باقی مسند المکثرین، حدیث رقم: ۱۲۰۸۴، ۱۳۵۵۵، ۳: ۱۲۱، ۱۴۹، ؛ وبیہقی، دلائل النبوۃ، ۱: ۱۴۷؛ وابن حبان، الاحسان، ۸: ۸۲

(۳) صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب الاسراء، حدیث رقم: ۲۳۷، ۲۳۸۔

جب غزوۂ حنین میں بنوسعد کی عورتیں دوسرے قیدیوں کے ساتھ گرفتار ہو کر آئیں اور آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے رحم کی طلبگار ہوئیں، اور آپ کو دودھ پلانے کے بدلے احسان و حسن سلوک کا مطالبہ کیا، تو اس وقت آپ نے بنوسعد پر بڑا احسان و کرم فرمایا۔

اور جب بنوسعد اسلام میں داخل ہوئے تو ان میں سے ایک شخص نے عرض کیا: ہم تو رشتے و تعلق والے ہیں اور اے اللہ کے رسول جو مصیبت ہم پر آئی ہے وہ آپ سے پوشیدہ نہیں ہے لہٰذا ہم پر کرم کیجئے اللہ آپ پر مہربانی فرمائے۔

بنوسعد کے خطیب زہیر بن صُرد کھڑے ہوئے اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول قیدیوں کے باڑے میں آپ کی خالائیں اور آپ کو دودھ پلانے والیاں بھی ہیں، جن کے ذمے آپ کی پرورش تھی، اگر ہم نے حارث بن ابی شمر یا نعمان بن منذر کو دودھ پلایا ہوتا، اور پھر ان سے ہمیں یہ صورت حال پیش آتی جو آپ سے پیش آئی ہے، تو ہمیں ان سے نفع اور مہربانی کی امید ہوتی، اور آپ تو سب سے بہتر کفالت کرنے والے ہیں۔ پھر اس نے مندرجہ ذیل اشعار پڑھے: (جس میں انھوں نے حضور ﷺ سے عفو و درگزر کی درخواست کی، آپ کے فضل و کرم کا ذکر کیا، اپنے قبیلے میں آپ کی رضاعت اور آپ کو دودھ پلائے جانے کا حوالہ دیا، اور اپنے قبیلے کی احسان شناسی کا تذکرہ کیا۔ مترجم)

امنن علینا رسول الله فی کرم ☆ فانك المرء نرجوه وندخر

امنن علی بیضة قد عاقها قدر ☆ ممزق شملها فی دهرها غیر

ابقت لنا الدهر هتّافا علی حزن ☆ علی قلوبهم الغمّاء و الغمر

إن لم تدارکها نعمی تنشرها ☆ یا أرجح الناس حلماحین تختبر

امنن على نسوة قد كانت ترضعها ☆ إذفوك يملأه من محضها درر
امنن على نسوة قد كانت ترضعها ☆ وإذ يزينكما تأتى و ما تذر
لا تجعلنّا كمن شالت نعامتهم ☆ واستبقِ منا فإنامعشر زهر
إنا لنشكرللنعمى إذا كفرت ☆ و عندنا بعد هذا اليوم مدّخر
فألبِسِ العفو من قد كانت ترضعه ☆ من أمهاتك إن العفو مشتهر
وإنا نؤمّل عفوا من تلبسه ☆ هذى البرية إذتعفو و تنتصر
فاعفوا عفا الله عما أنت راهبه ☆ يوم القيامة اذ يهدى لك الغفر

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ عریضہ سنا تو فرمایا:

اس (مال غنیمت) میں سے جو میرا اور بنو ہاشم کا حصہ ہے وہ اللہ کے لئے اور تم لوگوں کے لئے ہے۔ تو مسلمان بول اٹھے کہ جو ہمارا حصہ ہے وہ اللہ اور اس کے رسول کے لئے ہے۔

متعدد علمائے سیرت نے لکھا ہے کہ: ان (قیدیوں) کی تعداد تقریباً چھ ہزار تھی۔

ابوالحسن فارسی لغوی کہتے ہیں کہ: بنو سعد کا جو مال واپس کیا گیا وہ تقریباً پچاس کروڑ درہم کے برابر تھا۔

☆☆☆

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات ظاہرہ اور آپ کے اخلاق طاہرہ کا ذکر

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم درمیانی قامت کے تھے نہ بہت زیادہ لمبے تھے اور نہ بہت زیادہ قصیر القامت، نہ بہت زیادہ گورے چٹے تھے نہ زیادہ سانولے، آپ کے بال نہ بہت زیادہ گھنگھرالے تھے اور نہ بالکل سیدھے۔ جب آپ کا وصال ہوا- اس وقت آپ کی عمر شریف ساٹھ سال سے تجاوز کر چکی تھی -تو آپ کے سر اور داڑھی میں بیس بال بھی سفید نہیں تھے۔(۱)

---

(۱) امام مسلم اپنی صحیح میں حضرت انس سے روایت کرتے ہیں کہ: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہ بہت طویل تھے نہ قصیر نہ اتنے سفید تھے کہ ناپسندیدہ ہو نہ زیادہ گیہواں رنگ والے تھے، نہ بہت گھنگھرالے بالوں والے تھے نہ بالکل سیدھے بالوں والے، اللہ تعالیٰ نے چالیسویں سال کے آغاز میں آپ کو مبعوث فرمایا۔ آپ نے دس سال مکہ میں قیام کیا اور ساٹھویں سال کے شروع میں آپ کا وصال ہوا اور اس وقت آپ کے سر اور داڑھی میں بیس سفید بال نہیں تھے''
صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب صفة النبی صلی اللہ علیہ وسلم ومبعثہ وسنہ، حدیث رقم: ۴۳۳۰؛ مزید دیکھئے: بیہقی، دلائل النبوة، ۱: ۲۰۳۔

براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: ''اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم متوسط القامت تھے، آپ کے پشت مبارک کا اوپری حصہ چوڑا تھا، آپ سارے لوگوں میں عظیم اور خوبصورت تھے۔ آپ کی زلف مبارک آپ کے کانوں تک پہنچتی تھی آپ کے جسم پر سرخ لباس تھا میں نے ان سے زیادہ حسین کسی کو نہیں دیکھا''۔ دیکھئے:
صحیح البخاری، کتاب المناقب، باب صفة النبی صلی اللہ علیہ وسلم، حدیث رقم ۳۲۸۷؛ وصحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب صفة النبی صلی اللہ علیہ وسلم وأنہ کان أحسن الناس وجہا، حدیث رقم: ۴۳۰۸؛ وبیہقی، دلائل النبوة، ۱: ۲۴۰۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سر مبارک بڑا تھا، چہرہ گول، آنکھیں سیاہ، پلکیں لمبی، رخسار نرم، اور منہ بڑا تھا۔ آپ کا چہرہ ایسا چمکتا تھا جیسا چودھویں کا چاند، آپ کی داڑھی خوب گھنی تھی۔

مہر نبوت آپ کے دونوں کاندھوں کے درمیان تھی گویا پازیب کا بٹن ہو، آپ کے دونوں مونڈھوں کے درمیان خاصہ فاصلہ تھا جنھیں آپ کے بال چھوا کرتے تھے اور کبھی چھوٹے ہوتے اور نصف کانوں تک پہنچتے۔ پہلے آپ بالوں کو لٹکاتے پھر مانگ نکالتے تھے۔ آپ کے شانوں، بازوؤں اور اوپر سینے پر بال تھے۔ ہاتھ خوب دراز تھے۔ قدم کشادہ تھے ہتھیلیاں وسیع تھیں، انگلیاں موٹی تھیں، پیٹ اور سینہ برابر تھے آپ کے کھلے اعضاء چمکتے تھے اور آپ کے کولھوں پر بہت کم گوشت تھا۔ جب چلتے تھے تو گویا ڈھلان پر اتر رہے ہوں یا جیسے ان کے لئے زمین کو لپیٹ دیا گیا ہو۔

ابو ہریرہ فرماتے ہیں:

(رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چلنے میں) ہم لوگ جی جان سے کوشش کرتے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حال یہ ہوتا کہ آپ کوئی پرواہ کئے بغیر آرام سے چلا کرتے تھے۔(۱)

(۱) "مارأیت شیئا أحسن من النبی ﷺ کأن الشمس تجری فی وجهه، و ما رأیت أحدا أسرع فی مشیه منه کأن الأرض تُطوی له، إنالنجتهد وإنه غیر مکترث" میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے خوبصورت کوئی چیز نہیں دیکھی، گویا آپ کے چہرۂ مبارک میں سورج گردش کر رہا ہو، اور میں نے کسی کو بھی چلنے میں آپ سے زیادہ تیز رفتار نہیں دیکھا گویا بساط زمین آپ کے لئے لپیٹ دی گئی ہو ہم لوگ جی جان......دیکھئے: سنن ترمذی، کتاب المناقب، باب صفۃ النبی ﷺ، حدیث رقم:۳۵۸۱؛ ومسند احمد، حدیث رقم:۸۲۴۹، ۸۵۸۶، ۲:۳۵۰، ۳۸۰۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایسے لباس زیب تن فرماتے تھے جو ستر پوشی کرے۔ آپ قمیص، پاجامہ اور اونی ویمنی چادر پسند فرماتے تھے کبھی کبھی قبا اور ایسا جبہ زیب تن فرماتے تھے جس کی آستینیں تنگ ہوتی تھیں۔ شملے دار عمامہ پہنتے تھے جس سے نصف چہرہ بھی ڈھکا جا سکے۔ چادر وتہبند استعمال فرماتے تھے، لباس اور کھانے میں تکلف نہیں فرماتے تھے اور ان میں سے کبھی حلال چیز کو ٹھکراتے نہیں تھے۔

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ بڑے بہادر اور کرم گستری فرمانے والے تھے اور سخاوت میں کوئی آپ جیسا نہیں تھا اور نہ حق کے معاملے میں کوئی آپ سے زیادہ مضبوط دل والا تھا۔ آپ کے صحابہ کہتے ہیں: جب جنگ تیز ہوتی تو ہم حضور کی پناہ لیا کرتے تھے۔(۱)

یوم حنین جب صحابہ کرام بچھڑ گئے اور پیچھے ہٹ گئے، صرف سو کے قریب لوگ رہ گئے، دشمن ہزاروں کی تعداد میں تھے، تیر وتلوار کی خوب تیاری کے ساتھ تھے، لیکن بایں ہمہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے خچر کو دشمنوں کے روبرو لے جاتے اور اپنے نام کا اعلان کرتے ہوئے فرماتے۔

أنــا الــنبــی لا کــذب ☆ أنــا ابــن عبــد الــمـطـلـب

اس لئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ کی ذات پر پورا بھروسہ تھا، اس کی مدد ونصرت اور اس کے وعدے کی تکمیل کا اور کلمۂ حق کی سربلندی کا پورا یقین تھا۔

(۱) امام احمد اپنی سند سے علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، وہ فرماتے ہیں کہ: "لما کان یوم البدر اتقینا المشرکین برسول اللہ ﷺ، وکان أشد الناس بأسا" بدر کے دن ہم مشرکین سے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی پناہ لیا کرتے تھے۔ اور آپ سب سے زیادہ قوی تھے۔

دیکھئے: مسند احمد، مسند العشرۃ المبشرین بالجنۃ، حدیث رقم:۹۹۱، ۱:۸۶۔

اور واقعتاً مسلمانوں کو یونہی اللہ کی مدد حاصل ہوئی، دشمنوں کی پامالی ہوئی، وہ قیدیوں کی طرح لائے گئے اور ان کی اولادیں گرفتار ہوئیں۔ اور آپ کے صحابہ اس وقت لوٹے جب کہ (دشمنوں کے) قیدی اور شہسوار حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور پابہ زنجیر کھڑے تھے۔

حضور کی فیاضی وسخاوت تو ایسی تھی کہ کبھی بھی مانگنے والے سے ''نا'' نہیں فرمایا۔ اور جو پایا کبھی جمع نہیں کیا اور ضرورت ہونے پر بھی آپ دوسروں کو اپنی ذات پر ترجیح دیتے تھے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا۔ آپ کا اخلاق سراسر قرآن تھا۔(۱)

بہت سے علماء کے نزدیک اس کا معنی یہ ہے کہ کتاب اللہ میں جو کچھ کرنے کے لئے کہا گیا ہے آپ وہی کرتے تھے اور جس سے باز رہنے کا حکم دیا گیا ہے آپ اس سے دور رہتے تھے۔ جس چیز کی ترغیب دی گئی ہے اس کی طرف سبقت فرماتے تھے اور جس کے بارے میں توبیخ آئی ہے اس سے سب سے زیادہ دور رہتے تھے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''ن ،والقلم وما یسطرون ، ما أنت بنعمة ربك بمجنون ، و إنّ لك لأجرا غیر ممنون و إنك لعلى خلق عظیم'' (القلم: ۱-۴) (ن، قسم ہے قلم کی اور جو لکھ رہے ہیں، آپ اپنے رب کی نعمت سے مجنون نہیں ہو، اور بیشک آپ کے لئے بے حساب اجر ہے، اور بلاشبہ آپ اخلاق عظیم پر فائز ہیں۔)

بہت سے علمائے سلف نے فرمایا ہے کہ اس کا معنی ہے: آپ بہت عظیم دین پر ہیں۔

عبداللہ بن سلام فرماتے ہیں:

جب اللہ کے رسول مدینہ تشریف لائے تو میں بھی ان سے دور دور رہنے والوں میں

(۱) صحیح مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین، باب جامع صلاۃ اللیل، حدیث رقم: ۱۲۳۳۔

تھا۔ لیکن جب میں نے آپ کا چہرہ دیکھا تو جان لیا کہ یہ کسی جھوٹے شخص کا چہرہ نہیں ہوسکتا، اور پہلی بات جو میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی وہ آپ کا یہ ارشاد تھا۔

''یا أیها الناس أفشوا السلام، وأطعموا الطعام، وصلوا الأرحام، وصلوا باللیل والناس نیام تدخلوا الجنة بسلام'' (۱) (اے لوگو! سلام کو عام کرو، کھانا کھلاؤ، صلہ رحمی کرو اور جب رات کو لوگ سو رہے ہوں تو نماز پڑھو۔ (یوں) جنت میں سلامتی سے داخل ہو جاؤ۔)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم پیدائش سے بعثت تک اور بعثت سے وصال تک ہمیشہ تمام اچھی صفات سے متصف رہے جیسے: صدق، امانت، صدقہ، صلہ رحمی، پاکیزگی، کرم، شجاعت، شب بیداری، ہر حال و ہر لحظہ اللہ کی اطاعت، وسیع علم، زبردست فصاحت، مکمل خیر خواہی، محبت، شفقت، رحمت، ہر ایک کے ساتھ احسان اور فقراء، حاجتمندوں، یتیموں، بیواؤں، کمزوروں اور بے سہاروں کی غمگساری وغیرہ۔

اور ان سب کے ساتھ آپ خوبصورت ہیئت وشکل کے مالک، حسین وجمیل، انوکھی اور دلکش صورت والے، اور اپنی قوم میں بھی سب سے بلند وعظیم نسب والے تھے۔ جو قوم کہ روئے زمین میں سب سے اعلیٰ نسب والی اور اپنے وطن ومسکن کے اعتبار سے سب سے افضل تھی۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''اللہ أعلم حیث یجعل رسالته'' (اللہ زیادہ جانتا ہے کہ وہ اپنی رسالت کہاں رکھے)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''إن اللہ اصطفى من ولد إبراهیم إسماعیل

(۱) سنن ترمذی، کتاب صفة القیامة، باب ما جاء فی صفة الأوانی والحوض، حدیث رقم: ۲۴۰۹۔

واصطفی من ولد إسماعیل کنانة واصطفی من کنانة قریشاواصطفی من قریش بنی ھاشم واصطفانی من بنی ھاشم" اللہ تعالیٰ نے ابراہیم (علیہ السلام) کی اولاد سے اسماعیل (علیہ السلام) کو چنا، بنواسماعیل سے بنوکنانہ کو منتخب کیا، بنوکنانہ سے قریش کا انتخاب کیا، قریش سے بنوہاشم کو چنا، اور مجھ کو بنوہاشم میں سے منتخب فرمایا۔(۱)

حاکم نے اپنی مستدرک میں ابن عمر سے مرفوعاً روایت کیا ہے:

اللہ تعالیٰ نے سات آسمانوں کی تخلیق کی اور ان میں سے سب سے بلند آسمان کو منتخب کیا اور پھر اپنی مخلوق میں سے جسے چاہا اس میں آباد کیا، پھر تمام مخلوقات کی تخلیق کی اور اور اپنی مخلوق میں سے بنوآدم کو اختیار کیا اور بنوآدم میں سے عرب کو، عرب میں مضر کو، مضر میں قریش کو، قریش میں بنوہاشم کو اور بنوہاشم میں سے مجھے پسند کیا۔ لہٰذا میں انتخابوں کا انتخاب ہوں، تو جس نے عرب سے محبت کی اس نے گویا میری محبت کے سبب اُن سے محبت کی، اور جس نے عرب سے نفرت کی تو اس نے مجھ سے بغض کے سبب ان سے نفرت کی۔

حاکم نے اپنی سند کے ساتھ حضرت عائشہ سے روایت کیا ہے، فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: مجھ سے جبریل نے کہا: میں نے زمین کے مشرق ومغرب کو الٹ ڈالا لیکن محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے افضل کسی کو نہیں پایا اور میں نے زمین، مشرق ومغرب کو کھنگال ڈالا لیکن بنی ہاشم سے افضل کسی نسل کو نہیں پایا۔

حافظ بیہقی فرماتے ہیں کہ: واثلہ بن الاسقع کی گزشتہ حدیث ان روایات کی شاہد ہے۔

---

(۱) سنن امام ترمذی، کتاب المناقب، باب فضل النبی ﷺ، حدیث رقم:۳۵۳۸؛ صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب فضل نسب النبی ﷺ، حدیث رقم:۴۲۲۱۔ مزید دیکھئے: الإحسان بترتیب صحیح ابن حبان، ۸:۸۱۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ابوطالب جو اپنی قوم کے دین پر رہتے ہوئے بھی آپ کا دفاع اور آپ کی حمایت کرتے تھے، ابن اسحاق نے ان کے جو (نعتیہ) اشعار ذکر کئے ہیں انھیں میں سے ہے۔

إذا اجتمعت یوما قریش لمفخر ☆ فعبد مناف سرھا و صمیمھا
فإن حصلت أشراف عبدمنافھا ☆ ففی ھاشم أشرافھا و قدیمھا
و إن فخرت یوما فإن محمداً ☆ ھو المصطفی من سرّھاو کریمھا

(یعنی اگر قریش کے لوگ فخر وشرف کے لئے اکٹھا ہوں تو بنوعبدمناف پر فخر کریں، اس لئے کہ وہی قریش کا جوہر اور اس اصل ہیں، اور اگر بنوعبدمناف میں دیکھیں تو ان کے سب اشراف و بزرگ بنوہاشم میں ہیں۔ اور اگر بنوہاشم کبھی فخر کریں تو اس کے لئے محمد (ﷺ) کی ذات ہے، وہ بنوہاشم میں منتخب، ان کی صفات کا نچوڑ اور ان میں بزرگ ترین ہیں۔)

عباس بن عبدالمطلب کہتے ہیں اور ایک روایت میں ان کے بجائے عباس ابن مرداس سلمی کا نام ہے:

من قبلھا طبت فی الظلال و فی ☆ مستودع حیث یخصف الورق
ثم ھبطت البلادلا بشر أنـــــ ☆ ـــــت و لا مضغة و لا علق
بل نطفة ترکب السفین و قد ☆ ألجم نسرا و أھلہ الغرق
حتی احتوی بیتك المھیمن من ☆ خندف علیاء تحتھا النطق
و أنت لما ولدت أشرقت الـ ☆ أرض و ضاء ت بنورك الأفق
فنحن فی ذلك الضیاء وفی الـ ☆ نور و سبل الرشاد نخترق

☆☆☆

ادارے کی ہدیۃً شائع شدہ کتب

زکوۃ کی اہمیت

عیدالاضحیٰ (فضائل ومسائل)

امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ قادری حنفی مخالفین کی نظر میں

رمضان المبارک معزز مہمان یا محترم میزبان

کہی ان کہی

الروائح الزکیۃ فی مولد خیر البریۃ میلاد النبی ﷺ

فلسفہ اذان قبر

ان کتب خانوں پر دستیاب ہیں

مکتبہ برکات المدینہ، بہار شریعت مسجد، بہادر آباد، کراچی

مکتبہ غوثیہ ہول سیل، پرانی سبزی منڈی، نزد عسکری پارک، کراچی

ضیاء الدین پبلی کیشنز، نزد شہید مسجد، کھارادر، کراچی

مکتبہ انوار القرآن، میمن مسجد مصلح الدین گارڈن، کراچی (حنیف بھائی انگوٹھی والے)

مکتبہ فیض القرآن، قاسم سینٹر، اردو بازار، کراچی

نوٹ: ہمارے ہاں ہر اتوار کو ہونے والا پروگرام ختم قادریہ اور درس قرآن اور دیگر موضوعات پر پیر کو ہونے والے اجتماعات براہ راست palktalk کے Room:baharenoor پر سنے جاسکتے ہیں۔ پیر کا اجتماع بعد نماز عشاء 9:30 بجے، جب کہ ختم قادریہ بعد نماز عصر منعقد ہوتا ہے۔

جمعیّت اِشاعتِ اہلِسنّت کی سرگرمیاں

مدارس حفظ و ناظرہ

جمعیت کے تحت رات کو حفظ و ناظرہ کے مختلف مدارس لگائے جاتے ہیں جہاں قرآن پاک حفظ و ناظرہ کی مفت تعلیم دی جاتی ہے۔

درس نظامی

جمعیت اشاعتِ اہلسنّت پاکستان کے تحت صبح اور رات کے اوقات میں ماہر اساتذہ کی زیرِ نگرانی درس نظامی کی کلاسیں لگائی جاتی ہیں۔

دارالافتاء

جمعیّت اشاعتِ اہلسنّت پاکستان کے تحت مسلمانوں کے روزمرہ کے مسائل میں دینی رہنمائی کے لئے عرصہ چھ سال سے دارالافتاء بھی قائم ہے۔

مفت سلسلہ اشاعت

جمعیت کے تحت ایک مفت اشاعت کا سلسلہ بھی شروع ہے۔ جس کے تحت ہر ماہ مقتدر علماء اہلسنّت کی کتابیں مفت شائع کر کے تقسیم کی جاتی ہے۔ خواہش مند حضرات نور مسجد سے رابطہ کریں۔

ہفتہ واری اجتماع

جمعیت اشاعتِ اہلسنّت کے زیرِ اہتمام نور مسجد کاغذی بازار میں ہر پیر کو 9:30 تا 10:30 ایک اجتماع منعقد ہوتا ہے جس میں ہر ماہ کی پہلی اور تیسری پیر کو درس قرآن ہوتا ہے۔ جس میں حضرت علامہ مولانا عرفان ضیائی صاحب درس قرآن دیتے ہیں اور اس کے علاوہ باقی دو پیر مختلف علماء کرام مختلف موضوعات پر خطاب فرماتے ہیں۔

کتب و کیسٹ لائبریری

جمعیت کے تحت ایک لائبریری بھی قائم ہے۔ جس میں مختلف علماء اہلسنّت کی کتابیں مطالعہ کے لئے اور کیسٹیں سماعت کے لئے مفت فراہم کی جاتی ہیں۔ خواہش مند حضرات رابطہ فرمائیں۔